بسم اللہ الرحمن الرحیم
وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا (القرآن)
آیات و روایات و اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی روشنی میں
حجیت
خبرِ واحد
مؤلفہ
مفتی مظہر فرید شاہ
نائب مہتمم جامعہ فریدیہ ساہیوال
فون
٦٦٦٨٥
٧٧٢٨٥
ناشر مکتبہ نظامیہ جامعہ فریدیہ ساہیوال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا (القرآن)

آیات و روایات و اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی روشنی میں

حجیت خبرِ واحد

مؤلفہ

مفتی مظہر فرید شاہ

نائب مہتمم جامعہ فریدیہ ساہیوال

ناشر مکتبہ نظامیہ جامعہ فریدیہ ساہیوال

فون

۶۶۶۸۵

۷۷۲۸۵

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام کتاب ـــــــ حجیت خبر واحد

تالیف ـــــــ مفتی مظہر فرید شاہ

پروف ریڈنگ ـــــــ غلام رسول

کتابت ـــــــ عبدالحمید حیدر

ناشر ـــــــ مکتبہ نظامیہ

مطبع ـــــــ فریدیہ پریس لیاقت چوک ساہیوال

بہ تعاون خاص

بزم فریدیہ بنات الاسلام جامعہ فریدیہ ساہیوال

مضامین مقالہ حجیت خبر واحد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مراجع مقالہ حجیت خبرِ واحد

- قرآن مجید
- صحیح بخاری
- صحیح مسلم
- فتح الملہم
- مسند احمد
- بیہقی
- المحصول جلد ۲
- الاحکام (از آمدی) جلد ۱
- توضیح جلد ۲
- تیسیر مصطلحات الحدیث
- شرح نخبۃ الفکر
- مقدمہ ابن الصلاح
- شرح مقدمہ مسلم جلد ا
- تاج العروس
- حفاظت وحجیت حدیث
- سنت خیر الانام
- حدیث رسول کا تشریعی مقام
- علوم الحدیث
- مطالعہ حدیث
- سنت کی آئینی حیثیت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسم الله الرحمن الرحیم
الصلوة والسلام علیک
یا سیدی یا رسول اللہ
یا ساکنی اکناف طیبۃ کلکم
الی القلب من اجل الحبیب حبیب
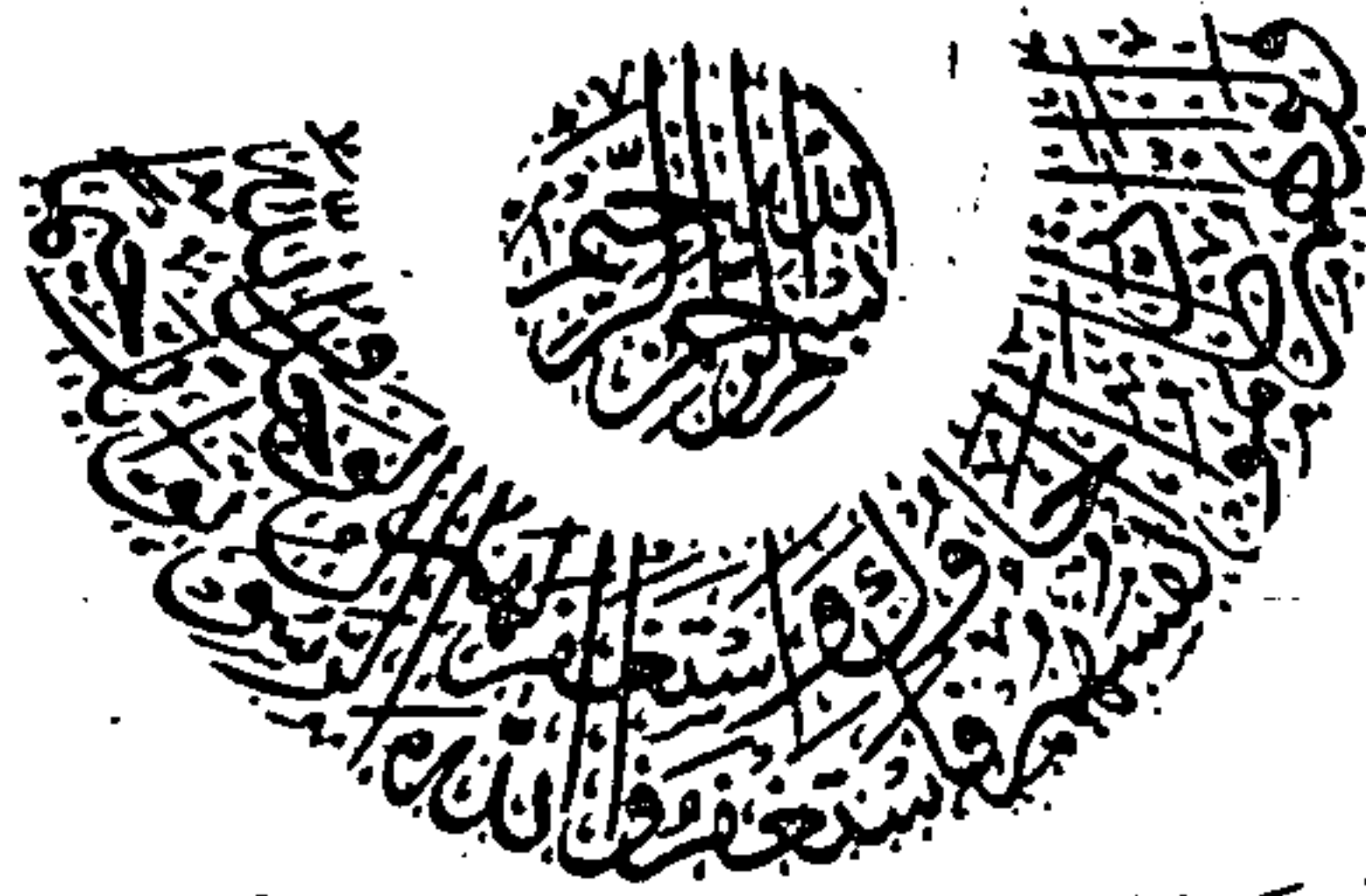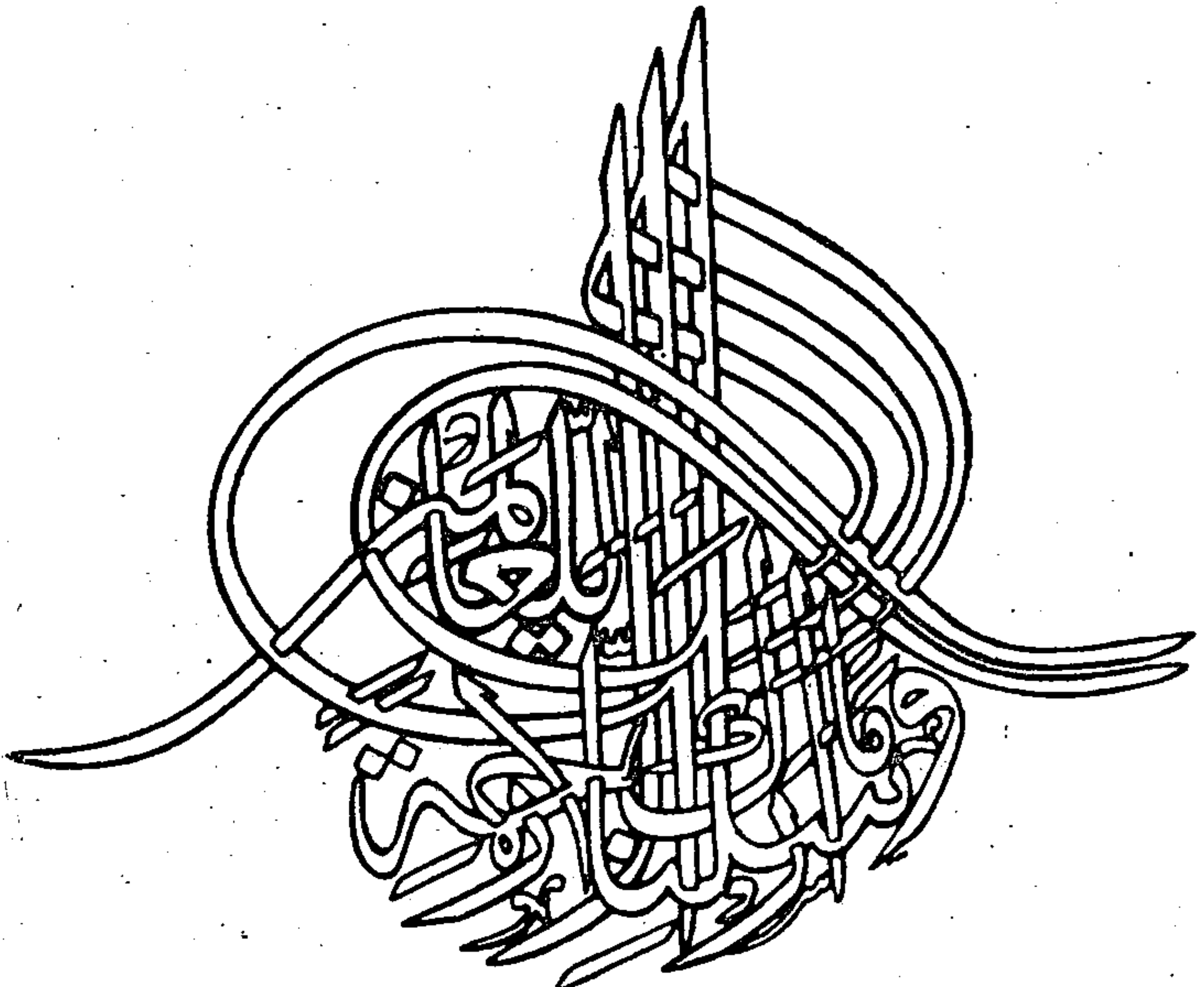
مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ

حجیتِ خبرِ واحد

ابتدائیہ

اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے اسلام کے ابدی اصولوں کو اپنے پیغمبروں کے ذریعہ حالات و ادوار کے تقاضوں کے مطابق خصوصی پیراہن و خلعت سے نمودار فرمایا۔ یہاں تک کہ اپنے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذریعہ نہ صرف یہ کہ اسلام کے بنیادی اصول و ضوابط کو آخری اور حتمی شکل دی بلکہ زندگی سے متعلق ہر عمدگی، شائستگی، رعنائی اور تکمیلِ انسانیت میں موثر کردار ادا کرنے والے عوامل کو حفاظتِ جاودانی سے نوازا۔ میدانِ سیاست ہو یا تہذیب و تمدن کی جولانگاہ، فردِ واحد کے معاملات ہوں یا اجتماعی نظامِ حیات غرض یہ کہ زندگی کے ہر شعبہ میں اعتدال و توازن کو مصطفوی اداؤں کے مرہون کر دیا گیا اور لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ[1] کے ذریعہ بسمل انسانیت کو مژدۂ جانفزا فراہم کیا۔

جاں نثارانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضور علیہ السلام کی اداؤں کو متاعِ زلیست سمجھ کر حرزِ جاں بناتے ہوئے محفوظ کیا اور عملی زندگی میں ان کی رہنمائی سے صحیح سمت کا تعین کیا۔ صحابہ کرام نے آپ کے جن اقوال و افعال اور حرکات و سکنات کو محفوظ کیا۔ انہیں دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

(۱) اخبارِ متواترہ (۲) اخبارِ آحاد

○ اخبارِ متواترہ تو ایسی روایات کو کہا جاتا ہے کہ جنہیں بیان کرنے والوں کی تعداد ہر زمانہ میں اس قدر زیادہ رہی ہو کہ اُن افراد کا کسی جھوٹ پر اجتماع محال و ناممکن ہو۔[2]

---

[1] القرآن ۳۳/۲۱ [2] توضیح جلد ثانی / شرح نخبۃ الفکر / مقدمہ ابن الصلاح

○ اور اخبارِ آحاد ایسی روایات کو کہا جاتا ہے کہ جنہیں ایک راوی نے یا دو راویوں نے یا دو سے زائد راویوں نے روائت کیا ہو لیکن ان کی تعداد حدیث متواتر اور مشہور کے راویوں سے کم رہے۔

یعنی سلسلۂ سند میں جب کسی جگہ راوی فقط ایک رہ جائے یا صرف دو رہ جائیں یا دو سے زائد ہوں لیکن مشہور و متواتر کے راویوں سے کم رہے ہوں تو ایسی روائت کو اس سند کے اعتبار سے خبرِ واحد کہیں گے۔

وضاحت:

خبرِ مشہور بھی خبرِ واحد ہی کی قسم ہے اور خبرِ مشہور یہ ہے کہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تو ایک یا دو صحابہ نے ہی روایت کیا ہو لیکن ان صحابہ سے ان کے بعد اتنے افراد نے روائت کیا ہو کہ اُن افراد کا جھوٹ پر اجتماع عقلاً محال ہو۔

متفقہ فیصلہ:

تمام محدثین کرام اس پر متفق ہیں کہ خبرِ متواتر سے علم یقینی اور قطعی حاصل ہوتا ہے یعنی خبرِ متواتر کی روشنی میں عمل کرنا واجب ہے اور کسی خبر کو خبرِ متواتر قرار دینے کے بعد اس کی حجیّت سے انکار گمراہی کا باعث ہے۔ واضح رہے کہ متواتر روایات کتب احادیث میں بکثرت پائی جاتی ہیں [۱] جہاں تک خبرِ واحد کا تعلق ہے تو اس کے ساتھ علم ظنی میسّر آتا ہے۔ اخبار کی بابت یہاں تک تو اتفاق رائے ہے۔ لیکن اختلاف یہاں پیدا ہوتا ہے کہ خبر واحد جب علمِ ظنی کا فائدہ دیتی ہے تو اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟

○ کیا خبر واحد کو قبول کرکے وہیں بلا تردد حجت قرار دیا جائے؟

---

[۱] مقدمہ فتح الملہم

○ کیا خبرِ واحد کو مسترد کر دیا جائے؟
○ کیا خبرِ وَاحد کو جانچ پڑتال اور گہری پرکھ کے بعد حجت قرار دیا جائے۔

اختلاف رائے :

جمہور محدثین کا کہنا ہے کہ اگر خبرِ وَاحد کے تمام رَاوی (۱) عاقل و بَالغ (۲) عادل (۳) ضابط (۴) اور مسلمان ہوں پھر یہ کہ خبرِ وَاحد (حدیث)
(۱) قرآن حکیم کی کسی آیت کے مخالف نہ ہو۔
(۲) خبرِ مشہور کے مخالف نہ ہو۔
(۳) اَیسے مسَائل سے متعلق نہ ہو کہ جن کا وقوع عموماً ہوتا ہے۔
تو ایسی خبرِ واحد واجب العمل ہے جبکہ مستشرقین اور معاندین اسلام کی تعلیمات وافکار سے متاثر لوگوں کا کہنا ہے کہ خبرِ وَاحد سے چونکہ علمِ ظنی حَاصل ہوتا ہے اور ظنیت میں غلطی کا احتمال بدستور بَاقی رہتا ہے اس لیئے خبرِ واحد سے استدلال درست نہیں ہے۔

حساس ترین مسئلہ :

خبرِ واحد قابل حجت ہے یا نہیں ؟ یہ ایسا نازک اور حساس ترین مسئلہ ہے کہ اگر اس مسئلہ میں مکمل تحقیق سے کام نہ لیا جائے اَور انسان تھوڑا سا بھی تساہل کا شکار ہو جائے اور خبرِ وَاحد کی حجیت کا انکار کر بیٹھے تو وہ مسَائل جو اخبار آحاد کی روشنی میں حل کئے جا چکے ہیں اور فقہا و محدثین کرام کی صدیوں پر محیط جہدِ پیہم کا نتیجہ ہیں۔ خود سَاختہ مفکرین کی آراء کا تختۂ مشق بنتے ہوئے افتراقِ اُمت کا باعث بنیں گے۔ روایات کا اکثر و بیشتر حصّہ خبرِ واحد کے حوالہ سے ہی پہچانا جَاتا ہے۔ مضمون کی حساسیت اور نزاکت کے باعث اسے چند حصّوں میں تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ خبرِ وَاحد کا حجت ہونا واضح ہو جَائے اور کتب احادیث کا قاری فرحت و نشاط کا احساس کرے۔

○ خبر واحد کی تعریف
○ خبر واحد کے واجب الاتباع ہونے کے عقلی ونقلی دلائل۔
○ خبر واحد کی تشریعی حیثیت پر اعتراضات کا جائزہ۔

خبر کی تعریف:

خبر کی متعدد تعریفات ہیں ان میں سے موزوں ترین تعریف ملاحظہ ہو۔
اَلْخَبَرُ كَلَامٌ مُفِيْدٌ لِنَفْسِهِ اِضَافَةَ اَمْرٍ مِنَ الْاُمُوْرِ اِلٰى اَمْرٍ مِنَ الْاُمُوْرِ نَفْيًا اَوْ اِثْبَاتًا [۱]

ترجمہ: خبر اس کلام کو کہتے ہیں جو یہ بتائے کہ ایک شیٔ دوسری شیٔ کے لیئے ثابت ہے یا ثابت نہیں ہے۔ مثلاً جب کوئی شخص کہتا ہے کہ "بادشاہی مسجد کشادہ ہے" اس شخص کی یہ کلام خبر ہے کیونکہ اس شخص کے یہ الفاظ ایسے ہیں جن سے بادشاہی مسجد کے کشادہ ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ اسی طرح یہ کلمات کہ "مسیلمہ کذاب نبی نہیں تھا" بھی خبر کہلائیں گے۔ کیونکہ ان کلمات میں مسیلمہ کذاب کے لیئے نبی ہونے کی نفی بیان کی گئی ہے۔

خبر واحد کی تعریف:

خبر واحد کی اصطلاحی تعریف ملاحظہ ہو:
خَبَرُ الْوَاحِدِ هُوَ الَّذِيْ يَرْوِيْهِ الْوَاحِدُ اَوِ الْاِثْنَانِ فَصَاعِدًا بَعْدَ اَنْ يَكُوْنَ دُوْنَ الْمَشْهُوْرِ وَالْمُتَوَاتِرِ [۲]

ترجمہ: خبر واحد اُس حدیث کو کہتے ہیں کہ جسے ایک راوی دو راویوں یا دو سے زائد راویوں نے روایت کیا ہو لیکن یہ تعداد حدیث مشہور

---

[۱] المحصول (امام رازیؒ)   [۲] شرح نخبۃ الفکر / مقدمہ ابن الصلاح

ومتواتر کے راویوں سے کم ہو۔

وضاحت: اگر کسی روایت کے حاملین کثرت سے پائے جاتے ہوں لیکن سلسلۂ سند میں کسی جگہ صرف ایک یا دو راوی حدیث کی تفویض کا عمل کریں یا دو راویوں سے تو زائد ہوں لیکن مشہور و متواتر حدیث کے راویوں کی تعداد سے کم ہی ہوں۔

خبر واحد کا حکم:

جب کسی خبر واحد کی مکمل جانچ پڑتال کر لی جاتے اور یہ معلوم ہو جائے کہ اس خبر واحد کی سند کا ہر راوی (۱) عاقل و بالغ ہے (۲) عدالت کا پیکر یعنی کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرتا ہے اور صغیرہ گناہوں پر اصرار نہیں کرتا۔ (۳) قوتِ حافظہ کے اعتبار سے مضبوط ہے۔ (۴) اور مسلمان ہے۔ حاملین روایت کی تنقیح کے ساتھ ساتھ (۵) یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اس خبر واحد کا عنوان کتاب الٰہی (قرآن مقدس) اور (۶) سنت مشہورہ کے خلاف نہیں ہے۔ (۷) یہ کہ اس خبر واحد کا مضمون انسانوں کے عمومی معاملات سے متعلق نہیں ہے یعنی یہ خبر واحد کسی ایسے مسئلہ سے متعلق نہ ہو کہ جس کا وقوع عام ہوتا ہے (اگر خبر واحد کسی ایسے مسئلہ کی ثابت ہو کہ جو مسئلہ انسانوں کو عموماً پیش آتا رہتا ہو اور لوگ اس مسئلہ کے حکم کو پہچاننے میں رغبت رکھتے ہوں تو ایسی خبر واحد متروک ٹھہرے گی کیونکہ لوگوں کے اضطرار و احتیاج کا تقاضا یہ تھا کہ یہ خبر مشہور ہوتی۔ (۸) مزید یہ کہ اختلاف مسئلہ کے وقت اس خبر واحد کو اپنی تائید میں پیش کرنے سے اعراض نہ کیا ہو (کیونکہ اختلاف رائے کے وقت اس خبر واحد کو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیش نہ کرنا اس امر کی غمازی کریگا کہ یہ خبر واحد درجۂ قبولیت سے ساکت ہے ورنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے موقف کی تائید میں اسے ضرور پیش کرتے۔)

تو اس صورت میں اخبار احاد حجت ہیں اور ان پر عمل کرنا واجب ہے۔

○ امام فخر الدین رازیؒ نے اپنی کتاب "المحصول" میں دعویٰ کیا ہے کہ حجیت اور اس پر عمل کے واجب ہونے پر صحابہ کا اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ [1]

○ امام حارث محاسبی، حسین بن علی کرابیسی، ابو سلیمان اور امام مالکؒ سے منقول ہے کہ خبر واحد پر عمل کرنا واجب ہے [2]

واضح رہے کہ امام رازیؒ خبر واحد سے حاصل ہونے والے علم کو ظنی اور فریق ثانی اس سے حاصل ہونے والے علم کو یقینی قرار دیتے ہیں۔ تاہم اس امر پر دونوں فریق متفق ہیں کہ خبر واحد پر عمل کرنا واجب ہے۔

حیات مدنی اور خبر واحد:

حجیت خبر واحد کے دلائل نقلیہ سے پہلے معاشرتی زندگی میں انسانوں کے باہمی تعامل میں خبر واحد کی اہمیت کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

انسانی معاشرت و تمدن میں خبر واحد کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ دنیا کے تقریباً تمام کاروبار، دفتری امور، گھریلو مسائل، عدالتی فیصلے، سفارتی معاملات، سبھی خبر واحد کو تسلیم کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی بنیادوں پر ہی حل ہو رہے ہیں۔ ذرا غور کریں کہ۔

○ ایک دکاندار اپنے کسی کارکن کو دوسرے دکاندار سے کچھ لینے کے لیے بھیجتا ہے۔ دوسرا دکاندار اس کارکن کی پہلے دکاندار سے وابستگی، ایمانداری اور صداقت ولیاقت کے پیش نظر مطلوبہ شی دے دیتا ہے۔ دیکھیں یہ تعامل خبر واحد کے مرہون ہے۔ فقط ایک شخص کے کہنے پر ایک عمل ظہور پذیر ہوا ہے۔ اگر یہاں خبر واحد پر اعتماد نہ کیا جاتا بلکہ خبر متواتر کا تقاضا کرتے ہوئے

---

[1] المحصول جلد ۲، [2] الاحکام از آمدی جلد ۱ ص ۱۶۹

اس کارکن سے مطالبہ کر دیا جاتا کہ تم مزید افراد کو لاؤ جو یہ کہیں کہ واقعتاً اس کارکن کو فلاں دکاندار نے بھیجا ہے یعنی تم اپنی خبر واحد کو تواتر کے درجہ میں لے جا کر دکھاؤ تب کہیں تمہاری بات پر عمل کیا جائے گا تو کس قدر مصیبت اور مشقت اٹھانا پڑتی۔ مصیبت برداری تو درکنار رہی کاروباری نظام ہی معطل ہو کر رہ جاتا کہ ہر دکاندار اپنی کلام کو تواتر دینے کے لیئے بار بار افراد کا اجتماع کرتا پھرتا۔

○ دفتری امور کو لیجیئے یہ بھی خبر واحد کے ذریعہ ہی سرانجام پاتے ہیں۔ ایک چپڑاسی دفتر کے اہلکاروں کے پاس اپنے افسر کا پیغام لے کر جاتا ہے کہ آپ کو صاحب بلا رہے ہیں تو سبھی افراد فوراً تعمیل کرتے ہوئے متعلقہ افسر کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ فقط ایک شخص کی خبر (خبر واحد) پورے عملہ کو حرکت میں لے آئی۔ تعجب ہے ایسے شخص پر جو اپنی ملازمت بچانے کی فکر میں اس چپڑاسی کی خبر (خبر واحد) کو مسترد کر کے خبر متواتر کا تقاضا نہیں کرتا بلکہ اس خبر واحد پر اعتماد کرتا ہوا فوراً افسر بالا کے پاس پہنچتا ہے لیکن جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خبر واحد اس تک پہنچتی ہے اور پہنچتی بھی عاقل، بالغ، عادل، ضابط اور مسلمان رواۃ (حاملین روایت) کے ذریعہ سے تو وہ اس خبر واحد کو مسترد کر دیتا ہے — اور اس حکم پر عمل کرنے کے لیئے اس خبر کے متواتر ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔

○ گھریلو مسائل خبر واحد کے ذریعہ اس حد تک سرانجام پاتے ہیں کہ والدہ بچے سے کہتی ہے کہ جاؤ اپنے والد سے کہو کہ فلاں سبزی خرید دیں۔ چھوٹا سا معصوم بچہ اپنی توتلی زبان میں جب والد کو والدہ کا پیغام دیتا ہے تو فوراً تعمیل کی جاتی ہے لیکن افسوس ہے کہ پیغام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لانے والے (تمام راوی) ہمہ صفت موصوف بھی ہوں تو اُن کی اس بات (روایت) کو مشکوک سمجھا جاتا ہے اور اس کے تواتر کا تقاضا کیا جاتا ہے۔

○ اکثر عدالتی فیصلے دو گواہوں کی گواہی پر صادر کر دیئے جاتے ہیں جبکہ یہ احتمال ابھی باقی ہوتا ہے کہ :

۱۔ وہ دو گواہ نسیان میں مبتلا ہو کر کسی کے خلاف گواہی دے رہے ہوں۔

۲۔ یا ان پر مشہودُ علیہ متشابہ ہو گیا ہو۔ وغیرہ

بایں ہمہ جب ان دو گواہوں کی گواہی پر حد جاری کر دی جاتی ہے یا مشہودُ علیہ پر تعزیر کا حکم لگا دیا جاتا ہے۔ تو پھر جن افراد کو محدثین کرام نے ہمہ صفت موصوف قرار دیا ہے تو ان کی بیان کردہ روایت پر بطریقِ اولیٰ عمل کرنا چاہیئے۔

○ سفارتی معاملات بھی ایک شخص (سفیر) کے ذریعہ ہی طے پاتے ہیں اور اس ایک شخص کی آواز کو حکومت اور عوام کی آواز قرار دیتے ہوئے دوسرے مُلک والے اُسے تسلیم کرتے ہیں اور مستقبل کے فیصلوں میں اس کی اہمیت کا اعتراف کرتے ہیں۔ یہاں بھی خبر واحد کی اہمیّت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ غرض یہ کہ دنیوی مُعاملات میں خبرِ واحد کا نمایاں کردار ہے۔

○ ثبوت نسب میں خبر واحد کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ بچے کی والدہ بچے کو ایک مَرد کی طرف اشارہ کر کے کہتی ہے کہ یہ تیرا باپ ہے۔ بچّہ مرتے دم تک ایک عورت (والدہ) پر اعتماد کر کے خود کو اس شخص کا بیٹا کہلاتا رہتا ہے۔ اگر راوی کی ثقاہت کے باوجود خبر واحد مشکوک ہے تو خبر واحد کے منکر کو اپنے صحیح نسب کی بھرپُور تلاش کرنی چاہیئے۔

مذہبی مسائل اور خبرِ واحد؟

دنیا کے معاملات کی طرح مذہبی مسائل کو بھی خبر واحد سے الگ تھلگ نہیں رکھا جا سکتا۔ بے شمار دینی مسائل کو خبر واحد کی روشنی میں ہی حل کیا جاتا ہے۔

○ قرآن مقدس ہی کو لیجیئے اس کے کلام الٰہی ہونے پر حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تنہا ذات نے گواہی دی ہے۔ اس طرح قرآن مقدس کے کلام

الہٰی ہونے کی خبر بھی خبر واحد ٹھہری۔ اور اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

(۴) ایک امام اپنے باوضو ہونے کی اطلاع دیتا ہے۔ جگہ اور کپڑوں کے پاک صاف ہونے کی خبر دیتا ہے جو یقیناً خبر واحد ہے۔ اگر امام صاحب کی بات کو خبر واحد قرار دے کر مسترد کر دیا جائے اور یونہی ہر امام کی بات کو مسترد کرتے چلے جائیں کہ یہ امام اپنی طہارت اور نظافت کی خبر دینے میں تنہا ہے تو غور فرمائیں کیا اسلام کے اجتماعی نظامِ حیات کو ٹھوکر نہیں لگے گی؟ کیا پورا معاشرہ بدگمانی بے چینی اور اضطراب میں مبتلا نہ ہو جائے گا؟

مذہبی مسائل میں آحاد خبروں کو یکسر مسترد کر دینے سے مذہبی معاملات میں جو خرابی لازم آتی ہے وہ یہ ہے کہ جزوئیات میں انسان نبوی تربیت سے محروم ہو جائے گا اور جزئیات میں انسانی افکار و آراء کو اس قدر دخل ہو جائیگا کہ اسلام کے اصول و ضوابط بھی اپنی قدرتی رعنائی اور تازگی سے دست کش نظر آنے لگیں گے غرض یہ کہ آحاد خبروں کی تردید سے ہر شخص اپنی رائے کو صائب اور درست سمجھ کر دین میں داخل کرنے کی کوشش کریگا جس سے دین کی اصل صورت کے مسخ ہونے کا زبردست ناقابلِ تردید اندیشہ ہے ــــــ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر احکامات الٰہیہ کے جزئیات کا تحفظ خبر واحد کے ہی مرہونِ منت ہے۔

خبر واحد کی حجیت اور قرآن حکیم:

قرآن حکیم کی کسی ایک آیت نہیں بلکہ بیسیوں آیات سے خبر واحد کی حجیت کا استدلال کیا جا سکتا ہے۔ نہ صرف یہ کہ ان آیات سے استدلال کی توثیق ہوتی ہے بلکہ بعض آیات سے تو صحیح ترین خبر واحد کو تسلیم نہ کرنے کے باعث قوموں کے عروج کو زوال، بلندی کو پستی، اوج کو ہدید، رفعت و سربلندی کو خفت و ذلت میں بدل دینے کے واضح نشانات ملتے ہیں۔ اس قسم کی صراحت سے خبر واحد کی حجیت [illegible] ہی نہیں بلکہ اس کی روشنی میں عمل کے واجب ہونے کا سراغ ملتا

ہے اَب وہ قرآنی دلائل ملاحظہ ہوں جن سے خبرِ وَاحد کی حجیت کی نشاندہی بہتر آتی ہے۔

پہلی دلیل (دعوتِ انبیاء اَور خبرِ وَاحد)

انبیاء کرام علیہم السلام نے لوگوں کو جو فکری منہاج دیا، جن اخلاقی، معاشی سیاسی، انفرادی اور تمدّنی و معَاشرتی اقدار سے آگاہ کیا۔ ان اقدار کی تفویض خالصتاً اخبار آحاد کی روشنی میں ہوئی کہ ایک نبی و رسُول جو تن تنہا ہے خدا تعالیٰ جلّ جلالہٗ کے پیغامات وصُول کرنے میں اس کا کوئی شریک کار نہیں اور اکیلا نبی لوگوں کو جنّت، دوزخ، حشر، نشر، حساب وکتاب، میزان و اعتدال کی خبر دیتا ہے اور ان نبوی تعلیمات پر (جو کہ نبی کے تنہا بیان کرنے کی وَجہ سے خبرِ واحد کے حلقہ میں شامل ہیں) عمل نہ کرنے وَالے افراد کو ربِّ ذوالجلال نے گرفتارِ عذاب کردیا۔ قرآن مقدّس میں متعدد پیغمبروں کی دعوت وتبلیغ کو کچھ اس طرح بیان کیا گیا ہے:

۱۔ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوهُمْ نُوحٌ [۱]

۲۔ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوهُمْ هُودٌ [۲]

۳۔ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوهُمْ لُوطٌ [۳]

یہ ہیں قرآن مقدّس کی چند آیات کے وہ حصّے جن سے معلُوم ہوتا ہے کہ انبیاء نے اپنے اپنے زمانہ کے لوگوں کو دعوتِ فکر دی (جو نبی کے تن تنہا خبر دینے کی وَجہ سے یقیناً خبرِ وَاحد ہے) اور نہ ماننے والوں کی ہلاکت کی اس طرح خبر دی:

فَكَذَّبُوهُ فَاَهْلَكْنَاهُمْ [۴] فكذبوه فاخذهم عذاب يوم الظلة [۵] ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْآخَرِيْنَ [۶] ثم دمرنا الاخرين [۷]

آپ نے ملاحظہ کیا کہ اکیلا ایک نبی میدان میں اُترتا ہے اور پیغام الٰہی سناتا

---

[۱] (۲۶/۱۰۶) [۲] (۲۶/۱۲۴) [۳] (۲۶/۱۶۱) [۴] (۲۶/۱۳۹) [۵] (۲۶/۱۸۹) [۶] (۲۶/۶۶) [۷] (۲۶/۱۷۲)

ہے جب قوم نے اس معظم نبی کو سچا ماننے کے باوجود جھٹلایا تو عذاب الٰہی میں گرفتار ہو گئے جس سے معلوم ہوا کہ خبر واحد کا حامل اگر عاقل بالغ، سمجھ دار اور عدالت میں اچھی شہرت رکھنے والا ہو اور اس کی خبر فطری اصولوں سے متضاد و متصادم نہ ہو تو پھر ایسی خبر واحد پر عمل کرنا واجب اور عمل نہ کرنا باعث عذاب ہے۔

۲۔ دوسری دلیل:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَجَاءَ مِنْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ ایک شخص شہر کے ایک دور مقام سے دوڑتا ہوا آیا یَسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ[۱] اور کہنے لگا اے میری قوم والو رسولوں کے راستہ پر چلو لیکن جب قوم نے اس شخص (جو کہ ابدی اور ازلی حقیقت سے نقاب کشائی کرنے میں تنہا تھا) کی دعوت و ارشاد کو مسترد کر دیا تو گرفتار عذاب ہو گئے ان کی بابت ارشاد ربانی ہے:

اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً وہ (عذاب) تو فقط ایک چیخ تھا کہ جسے
فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ[۲] سن کر) سبھی لوگ اسی وقت بجھ (مر) گئے۔

غور طلب امر یہ ہے کہ اگر خبر واحد پر عمل کرنا ضروری نہ ہوتا بلکہ عمل کے لیئے ایک جم غفیر (بہت زیادہ افراد) کا اطلاع دینا ضروری ہوتا ہے تو پھر ان قوموں پر کبھی عذاب الٰہی نہ آتا کہ جن قوموں نے اپنے تن تنہا نبی کے پیغام پر عمل نہ کیا اس کے برعکس خبر واحد پر عمل نہ کرنے والے افراد کو نیست و نابود کر دیا۔

۳۔ تیسری دلیل: (خروج موسیٰ اور خبر واحد)

جب ایک قبطی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جلال کی تاب نہ لا سکا اور آپ کے زوردار طمانچہ سے مرگیا تو فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا حکم جاری کر دیا

---

[۱] (۳۶/۲۰) [۲] (۳۶/۲۹)

حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے ایک مخلص نے آپ کو فرعون کے اس مذموم ارادے سے مطلع کر دیا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اس تن تنہا ایک شخص کی عقل و خرد، صداقت و دیانت اور حفظ و ضبط کو مطلوبہ معیار کے مطابق پایا تو آپ نے نہ صرف یہ کہ اس شخص کی بات کو تسلیم کیا بلکہ فرعون کی دسترس سے بچنے کے لیئے اس شہر سے نکل کر خبر واحد پر عمل بھی کر دکھایا۔

معلوم ہوا کہ خبر واحد حجت ہے۔ اس واقعہ کو قرآن مقدس میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

وَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَى الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى قَالَ يٰمُوْسٰى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّىْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ۔ ؎	اور ایک شخص شہر کے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا کہا درباری لوگ آپ کے متعلق مشورہ کر رہے ہیں کہ آپ کو قتل کر دیں۔ آپ (یہاں سے) چلے جائیں میں آپ کا خیر خواہ ہوں چنانچہ موسیٰ (علیہ السلام) اس جگہ سے خوف کرتے ہوئے سوچ بچار میں گم ہو کر نکل کھڑے ہوئے۔

۴۔ چوتھی دلیل (قبول دعوت اور خبر واحد)

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مصر سے نکل کر مدین پہنچے اور خدمت خلق کے باعث انسانی ہمدردی کا لوہا منوایا اور اس کا ذکر حضرت شعیب علیہ السّلام کی صاحبزادی نے گھر پہنچ کر اپنے والد گرامی سے بھی کیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی کے ذریعہ (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام کو ملنے کی دعوت دی جسے انہوں نے آپ تک اس طرح پہنچایا۔

اِنَّ اَبِىْ يَدْعُوْكَ	میرے والد (محترم) آپ کو بلا رہے ہیں تاکہ

؎ (۲۰/۲۸)

لیجزیک اجر ما   آپ کو اس کا صلہ دیں کہ آپ نے ہماری
سقیت لنا ؎   خاطر (ہمارے جانوروں کو) پانی پلایا۔

مقام فکر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت شعیب علیہ السّلام کیطرف سے جو دعوت دی گئی کسی بڑے ہجوم نے نہیں دی تھی بلکہ فقط ایک عورت نے آکر یہ پیغام دیا اور یہ خاتون اس لائق تھیں کہ اُن پر اعتماد کیا جا سکے چنانچہ یہ پیغام ملتے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السّلام کی صاحبزادی کے ساتھ چل پڑے۔

غور کریں!

کہ حضرت شعیب علیہ السّلام کی صاحبزادی کوئی درجہ نبوت پر فائز نہ تھیں کہ موسیٰ علیہ السّلام نے اُن کی بات (پیغام) کو اُن کے زورِ نبوت کے باعث قبول کر لیا ہو بلکہ ایک پاک طینت اور صالح خاندان سے وابستہ ہونے کی وجہ سے قابلِ اعتماد سمجھی جاتی تھیں۔ جب یہ صاحبزادی عقل وخرد قوتِ ضبط وحافظہ اور دیانت و اعتدال کے معیار پر پوری اُتریں تو حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے بھی اس خبرِ واحد کو شرفِ قبولیت بخشا۔ یونہی سلسلۂ سندِ حدیث کو پرکھ لیا جائے۔ اگر خبرِ واحد کے تمام راوی مطلوبہ معیار پر پورے اُترتے ہوں اور وہ روایت بھی مضمون کے اعتبار سے صاحبِ حیثیت ہو تو پھر ایسی خبر کو حجت قرار دینے میں تردد نہ کرنا چاہیئے۔

۵۔ پانچویں دلیل (خبرِ فاسق یکسر قابلِ استرداد نہیں)

خبرِ واحد کے تمام رواۃ اگر مطلوبہ معیار کے حامل ہوں اُن کی ذکر کردہ روایت تو بہر صورت قابلِ حجت ہوگی ہی سہی لیکن قابلِ فہم امر یہ ہے کہ فاسق کی خبر کو بھی یکسر مسترد نہیں کیا جا سکتا بلکہ دیکھا جائے گا کہ اس فاسق کی خبر صحت موضوع کی کسوٹی پر پوری اترتی ہے یا کہ نہیں۔ اگر مطلوبہ معیار پر پوری اترے تو اندریں صورت

؎ (۲۸/۲۵)

فاسق کی خبر ہی قابل اعتبار ہوگی۔ جس کا خلاصہ یہ ہوا کہ اگر کوئی فاسق بھی خبر واحد کا حامل ہو تو اسے فوراً مسترد کرنے کی بجائے پرکھا جائے اور مطلوبہ معیار پر پورا اترنے کی صورت میں اس پر عمل کیا جائے۔ قرآن مقدس نے فاسق کی خبر کو پرکھنے کی بابت کچھ اس طرح کا موقف پیش کیا ہے۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوا اَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِينَ۔

اے ایماندارو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس خبر لائے تو تحقیق کر لیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم نادانستگی میں کسی قوم پر مصیبت گرادو۔ اور پھر اپنے کئے پر پچھتاؤ۔

سابقہ آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ فاسق کی خبر اگر مطلوبہ معیار پہ پوری اتر آئے یعنی فاسق کی خبر میں جو اس کے فسق کے باعث غیر یقینی کی کیفیت پیدا ہو چکی تھی۔ تحقیق وجستجو کے بعد یہ عدم اطمینان ختم ہو جائے اور دوسری شہادتیں خبر فاسق کی توثیق کر دیں تو فاسق کی یہ خبر واحد اس وقت معتبر شمار کی جائیگی۔ اگر فاسق کی خبر کسی بھی مقام پر جا کر قابل حجت نہ ہوتی تو پھر رب ذوالجلال خبر فاسق کی تحقیق کے متعلق ارشاد نہ فرماتا بلکہ یوں فرماتا کہ اگر فاسق خبر دے تو اسے فوراً مسترد کر دو (اس کی تحقیق کی کوئی ضرورت نہیں ہے) لیکن اللہ تعالیٰ نے یوں نہیں فرمایا بلکہ فرمایا کہ خبر فاسق کی تحقیق کر لیا کرو۔ (اگر دوسرے قرائن اس خبر کی صحت کی نشاندہی کریں تو اس پر عمل کر لیا کرو۔

احادیث کی روشنی میں
حجیت اخبار آحاد کے دلائل

اخبار آحاد کی حجیت پر بہت سی روایات پائی جاتی ہیں۔ اس پہ اگرچہ کافی کام ہو

چکا ہے لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تالیف "الرسالہ" صفحہ نمبر ۴۰۱ پر "خبر واحد کی حجیت کے دلائل" کے عنوان سے بہت خوبصورت انداز میں احادیث کو بطور حوالہ پیش کیا ہے کہ اخبار آحاد واجب العمل ہیں۔ حضرت امام شافعیؒ کی کتاب الرسالہ سے دلائل ملاحظہ ہوں۔

۱۔ پہلی دلیل :

عطاء بن یسارؓ روایت کرتے ہیں ایک شخص نے روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لیا اس کے بعد اسے شدید ندامت ہوئی اور اس نے اپنی بیوی کو مسئلہ دریافت کرنے کے لیئے حرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھیجا۔ چنانچہ اس صحابیہ نے حضرت اُم سلمہؓ کی خدمت قدسیہ میں سارا ماجرا کہہ سنایا۔ اُم المومنین نے اُس خاتون کو فرمایا کہ کوئی حرج کی بات نہیں ہے کہ دورانِ روزہ ایسا فعل صادر ہو گیا ہے تو۔ کیونکہ حضورؐ علیہ السلام بھی روزہ کی حالت میں اس طرح کر لیا کرتے ہیں۔ عورت نے واپس جاکر اپنے خاوند کو اُم المومنین کی بات سنائی تو وہ شخص پُرجوش ہو کر کہنے لگا۔ "ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے لیئے جو چاہے حلال کر دے۔ وہ عورت پھر حضرت اُم سلمہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو حضورؐ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی وہاں موجود تھے۔ حضورؐ نے فرمایا "یہ عورت کس لیئے آئی ہے ؟" حضرت اُم سلمہؓ نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ آپ نے فرمایا "کیا آپ نے اسے بتایا نہیں ہے کہ روزہ کی حالت میں مَیں بھی اس طرح کر لیا کرتا ہوں"۔ اُم سلمہؓ نے جواب دیا۔ "میں نے اسے بتایا تھا۔ اس نے جب اپنے خاوند کو اس بات سے آگاہ کیا تو وہ ناراض ہو گیا اور اس نے کہا کہ ہم نبی کریم جیسے نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کے لیئے جس چیز کو چاہے حلال ٹھہرا لے۔ آپ (سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ سُن کر ناراض ہو گئے اور فرمایا "میں تم میں سب سے زیادہ متقی اور خدا کی حدود کا سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہوں"۔

یہ جو حضور علیہ السلام نے حضرت ام سلمہؓ سے فرمایا "کیا آپ نے اُسے بتایا نہیں" یہ اس امر کی دلیل ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بابت حضرت ام سلمہؓ کا قول قابل حجت ہے۔ اگر ام سلمہؓ کا قول قابل حجت نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں یہ بیان دینے پر مامور نہ فرماتے نیز اسی طرح اس شخص کی بیوی کی خبر (خبر واحد) اس شخص کے لیئے قابل قبول ہے۔

(۲) دوسری دلیل

امام مالک عبداللہ بن دینار سے روایت کرتے ہیں اور وہ ابن عمرؓ سے انہوں نے فرمایا کہ لوگ مقام قباء میں فجر کی نماز ادا کرنے میں کرنے میں مصروف تھے کہ ایک شخص نے آکر کہا کہ "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک نیا حکم نازل ہوا ہے بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کریں" صحابہ کرام اس وقت بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے وہ یہ پیغام سنتے ہی کعبہ کی جانب پھر گئے۔ اہل قباء انصار میں سے سابق الاسلام اور بڑے سمجھ دار تھے۔ وہ بیت المقدس کی جانب رُخ کیئے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور یہ اُن پر فرض تھا کہ بیت المقدس کی جانب منہ کر کے نماز پڑھیں۔ وہ ایک فرض کو اسی صورت میں ترک کر سکتے تھے کہ جب اُن پر کوئی شرعی حجت قائم ہو جائے۔ یہ اولوا العزم اہل قباء نہ تو خود حضور علیہ السلام سے ملے اور نہ ہی تحویل قبلہ کی بابت کوئی حکم خداوندی سُنا اور نہ ہی عام لوگوں نے انہیں یہ خبر سنائی بلکہ صرف ایک شخص نے تحویل قبلہ کا حکم سنایا اور اس پر اعتماد کرتے ہوئے تمام نمازی کعبہ کی طرف پھر گئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ خبر واحد کا قبول کرنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ واجب العمل بھی ہے۔ اس پر عمل کرنا واجب اور ضروری ہے۔ اگر خبر واحد کو قبول کرنا فقط جائز ہوتا (اور واجب نہ ہوتا) تو وہ ایک یقینی فریضہ (یعنی بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا) کو حالتِ نماز میں ترک کر کے ایک غیر یقینی خبر کی بناء پر دوسرے قبلہ

کی جانب متوجہ نہ ہوتے کیونکہ ایک یقینی امر کو دوسرے یقینی امر کی بنا پر ہی ترک کیا جا سکتا ہے۔

(۳) تیسری دلیل:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں ابو طلحہ، ابو عبیدہ ابن الجراح اور ابی بن کعب کو کچی اور پکی کھجوروں کی شراب پلا رہا تھا کہ ایک شخص نے آکر بتایا شراب حرام ہو چکی ہے ابو طلحہ نے انس سے کہا کہ شراب کے مٹکوں کو توڑ دیجیئے۔ میں نے ایک بڑا سا پتھر اٹھا کر اُن پر دے مارا اور وہ مٹکے ٹوٹ گئے۔ ان صحابہ کا جو علمی مقام تھا اور تقدم صحبت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لحاظ سے یہ حضرات جس عالی مرتبہ پر فائز تھے اس سے کوئی بھی صاحب علم انکار نہیں کر سکتا۔ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا کہ جب ابھی شراب کی حرمت کا حکم نہ آیا تھا اور اکثر و بیشتر لوگ شراب پیتے تھے۔ اچانک ایک شخص ظاہر ہوتا ہے اور خبر دیتا ہے کہ شراب حرام ہو گئی ہے تو شراب کے مٹکوں کے مالک فوراً انہیں توڑنے کا حکم دے دیتے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک نے بھی یہ نہیں کہا کہ چلیں حضور علیہ السلام سے معلوم کرتے ہیں، یا عام لوگوں سے دریافت کرتے ہیں بلکہ انہوں نے فرد واحد کی خبر پر مکمل اعتماد کا عملی مظاہرہ کیا اور شراب کے مٹکوں کو توڑ ڈالا۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کے نزدیک بھی خبر واحد قابل حجت تھی۔

(۴) چوتھی دلیل:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اُنیس کو حکم فرمایا کہ فلاں شخص کی بیوی نے بدکاری کا ارتکاب کیا ہے صبح اس کے ہاں جاؤ۔ اگر وہ اعتراف جرم کرے تو اسے سنگسار کر دو۔

اس مذکورہ واقعہ سے بھی خبر واحد کا حجت ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۵ - پانچویں دلیل :

عمرو بن سُلیم الزرقی اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم مقام منیٰ میں تھے کہ اچانک ہم نے علی المرتضیٰ کو اونٹ پر سوار یہ کہتے ہوئے دیکھا "کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ کھانے پینے کے دن ہیں لہٰذا کوئی شخص روزہ نہ رکھے اور یہ کلام علی المرتضیٰ زور زور سے بیان کر رہے تھے۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیغام رسانی کے لیئے فقط علی المرتضیٰ کا انتخاب فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ آپ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مطلوبہ معیار کے حامل شخص کے قول کو دوسرے لوگوں کے لیئے واجب التسلیم اور قابلِ حجت سمجھتے تھے۔ تبھی تو آپ نے اس اہم کام کے لیئے فقط ایک علی المرتضیٰ کی ذات کا انتخاب فرمایا۔ ورنہ آپ آسانی سے چند آدمیوں کو بھی مامور فرما سکتے تھے۔ معلوم ہوا کہ خبرِ واحد حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیئے بھی قابل حجت تھی۔

۶ - چھٹی دلیل :

یزید بن شیبان روایت کرتے ہیں کہ ہم عرفات میں ایک ایسی جگہ مقیم تھے جو امام سے کافی دور تھی۔ ہمارے پاس مربع انصاری آئے اور کہنے لگے کہ میں آپ کی طرف رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد بن کر آیا ہوں۔ آپ نے حکم دیا ہے کہ تم اپنی جگہ پر ٹھہرے رہو۔ تم اپنے دادا ابراہیم کی میراث پر قائم ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام بھی خبر واحد کو قابل حجت سمجھتے تھے (اسی لیئے تو فقط ایک صحابی کو پیغامبر بنا کر بھیجا) اور صحابہ کرام بھی خبر واحد کو حجت سمجھتے تھے (یہی وجہ تھی کہ تنہا مربع انصاری کی بات کو صحابہ نے قبول کیا) اگر خبر واحد مطلقاً تردید کے قابل ہوتی تو پھر نہ تو حضور علیہ السلام فقط ایک شخص (مربع) کو اپنا قاصد بنا کر بھیجتے اور نہ ہی صحابہ کرام ایک شخص کی بات کو تسلیم کرتے بلکہ تقاضا کرتے کہ اے مربع تم تو بیان کرنے میں اکیلے

ہو اپنے ساتھ دوسرے بہت سے افراد کو بھی پیش کرو۔ مگر صحابہ کرام نے کوئی ایسا تقاضا نہیں کیا بلکہ تنہا مبلغ کی خبر کو سر آنکھوں پر رکھا اور اُس پر عمل کیا۔

۷۔ ساتویں دلیل :

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ۹ھ حضرت علی المرتضیٰ کو مکہ بھیجا آپ نے عید الاضحیٰ کے روز حاجیوں کے اجتماع میں سورۃ توبہ کی آیات پڑھ کر سنائیں آپ نے ایک قوم کا عہد واپس کر دیا اور ان کے لیئے ایک مدت مقرر کر دی۔ چند باتوں سے انہیں منع کیا، حضرت ابو بکرؓ و حضرت علیؓ اہل مکہ کے نزدیک صداقت و امانت میں اچھی شہرت کے حامل تھے۔ اگر حاجیوں میں سے کوئی شخص ان دونوں کو یا ان دونوں میں سے کسی ایک کو نہ جانتا ہوتا تو دوسرا اُسے بتا دیتا تھا، حضور علیہ السلام نے یہ جو تنہا علی المرتضیٰ کو اپنا پیغام دے کر مکہ مکرمہ بھیجا اس امر کی غمازی کرتا ہے کہ آپ خبر واحد کو حجت سمجھتے تھے ورنہ آپ ایک کی بجائے چند آدمیوں کو بھی تو روانہ کر سکتے تھے۔

۸۔ آٹھویں دلیل :

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ۹ھ میں حضرت ابو بکر صدیق کو امیر حج بنا کر بھیجا۔ مختلف مقامات کے حاجی جمع تھے۔ آپ نے انہیں حج کے احکام بتائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ارشادات گرامی سے مطلع کیا۔

۹۔ نویں دلیل :

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مختلف مقامات پر اپنے عمال روانہ کیئے ۔ عمال کے انتخاب میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس امر کو ملحوظ خاطر رکھا کہ جس علاقہ کے لوگ جس شخص کو معتبر سمجھتے تھے اس کی امانت و دیانت

کے خوب قائل تھے۔ اُس شخص کو اُسی علاقہ کی طرف روانہ کیا گیا) مثلاً
قیس بن عاصم زبرقان بن بدر اور ابن نویرہ کو اُن کے اپنے اپنے قبیلہ کی جانب عامل بنا کر بھیجا۔

بحرین میں سعید بن العاصؓ کو عامل بنا کر بھیجا۔
یمن میں حضرت معاذؓ کو عامل بنا کر بھیجا۔
مذکورہ چند امثلہ سے آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ایک پورے علاقہ کے لیئے فقط ایک شخص کا انتخاب کیا جو یقیناً حجیّت خبر واحد پر بہت حسین دلیل ہے۔

۱۰۔ دسویں دلیل؛

دعوت وارشاد کے ابتدائی دور میں حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جب اطراف واکناف میں فوجی دستے روانہ فرمائے تو فقط ایک شخص کو ہی ایک دستہ کی امارت سے سرفراز فرمایا جاتا تھا جہاں امیر لڑائی کو مناسب سمجھتا لڑائی کا حکم دے دیتا اور جہاں وعظ وتبلیغ کا موقع ہوتا وعظ وتبلیغ کرنے کا حکم دیتا جسے دیگر صحابہ کرام سر تسلیم خم کرتے ہوئے قبول فرماتے یعنی شخص واحد کے قول کو تمام صحابہ کرام حجت سمجھتے تھے۔ مقام مؤتہ کی جانب دستہ روانہ کیا تو حضرت زید بن حارثہ کو سالار قافلہ مقرر فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر یہ شہید ہو جائیں تو پھر جعفرؓ امیر ہوں گے۔ اگر وہ بھی جام شہادت نوش کر جائیں تو پھر ابن رواحہؓ لشکر کے امیر ہوں گے۔ معلوم ہوا کہ ایک شخص اگر مطلوبہ معیار پر پورا اترتا ہو تو اس کی بیان کردہ خبر واحد کی تعمیل کی جائے گی۔

۱۱۔ گیارہویں دلیل؛

حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہی زمانہ میں بارہ مختلف سلاطین کی

طرف بارہ قاصدوں کو پیغامِ اسلام دے کر روانہ کیا یہاں بھی قابلِ غور امر یہ ہے کہ اگر ایک شخص کی دی گئی خبر درجہ اعتبار سے ساقط ہوتی تو حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر کبھی ایک علاقہ میں ایک قاصد کا انتخاب نہ فرماتے بلکہ ایک علاقہ کی طرف ایک جمِ غفیر کو روانہ فرماتے کہ اتمامِ حجت کی تکمیل ہو سکتی۔ کثیر افراد کو ایک علاقہ کی طرف روانہ کرنے کی بجائے ایک ہی شخص کو بھیج کر اتمامِ حجت کرنا خبرِ واحد کے حجت ہونے کا بیّن ثبوت ہے۔

۱۲- بارھویں دلیل:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلامی ریاست کی اطراف واکناف میں خطوط بھیج کر عمال (حکومتی کارندے) کو ہدایات صادر فرماتے رہتے تھے اور کوئی بھی ریاست کا والی آپ کی حکم عدولی نہیں کر سکتا تھا۔ نیز آپ مُرسل الیہ کی طرف فقط ایسے شخص کو سفیر بنا کر بھیجتے جو اس کے لیئے قابلِ اعتماد ہوتا۔ اور اگر مُرسل الیہ کسی شبہ میں گرفتار ہو جاتا تو پھر سیدھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رابطہ کر لیتا۔ غور فرمائیں کہ تنہا ایک قابلِ اعتماد قاصد کی خبر کو معتبر سمجھا جاتا تھا جو کہ خبرِ واحد کے معتبر اور واجبُ العمل ہونے کا واضح ثبوت ہے۔

۱۳- تیرھویں دلیل:

حضور سیدُ المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد خلفاء اور عُمّال بھی ملک کے دُور دراز علاقوں میں خطوط کے ذریعہ ہدایات بھیجتے تھے اور ایک قاصد جب کسی علاقہ کے والی (حاکم) کے پاس خط لیکر پہنچتا تو قاصد کے قابلِ اعتماد ہونے کے ناطہ اس خط پر عمل کیا جاتا۔ کیا صحابہ کرام کا یہ عمل حجیت خبرِ واحد کا آئینہ دار نہیں ہے؟ یقیناً ہے۔

۱۴۔ چودھویں دلیل :

کوئی بھی قاضی اس وقت فیصلہ صادر کرتا ہے کہ جب یا تو خود مجرم اعتراف جُرم کرلے یا پھر ملزم کے خلاف شہادتیں مل جائیں۔ جب تن تنہا ایک مجرم اقبال جُرم کرتا ہے اور قاضی اس کے اعتراف پر فیصلہ دے دیتا ہے یا دو شہادتوں کی وجہ ملزم کے خلاف فیصلہ ہو جاتا ہے تو یہ بھی خبر واحد کی حجیت کا ثبوت ہے۔

۱۵۔ پندرھویں دلیل :

حضرت سعید ابن المسیب روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا تھا کہ

- ہاتھ کے انگوٹھے کی دیت پندرہ اُونٹ ہیں۔
- انگشت شہادت کی دیت دس اُونٹ ہیں۔
- درمیانی انگلی کے بھی دس اُونٹ ہیں۔
- اس کے ساتھ والی انگلی کی دیت نو اونٹ ہیں۔
- اور سب سے چھوٹی انگلی کی دیت چھ اُونٹ ہیں۔

(یعنی پانچ انگلیوں کی دیت پچاس اُونٹ ہیں) حضرت عُمر فارُوق رض اس حقیقت سے تو آگاہ تھے کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہاتھ کی دیت پچاس اُونٹ مقرر فرمائی ہے۔ لیکن انگلیوں کی دیت کیا ہے؟ اس سے واقف نہ تھے چنانچہ آپ نے قیاس فرماتے ہوتے انگلیوں کی دیت پورے ہاتھ کے مطابق ٹھہرائی اور ہر انگلی کی دیت اُس کی جداگانہ صلاحیت کار اور افادیت کے مطابق قرار دی (سعید ابن المسیب رض فرماتے ہیں کہ) جب ہم نے حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکتوب گرامی بنام آل عمرو بن حزم ملاحظہ کیا تو اس میں آپ کا یہ فرمان موجود تھا کہ ہر انگلی کی دیت دس اونٹ ہے۔ جب لوگ اس خط کے مضمون سے آگاہ ہو گئے تو اُس پر

عمل کرنا شروع کر دیا گیا۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکتوب گرامی کا علم جب خبر واحد کے ذریعہ ہوا اور اس خبر کا حامل شخص معتمد علیہ ٹھہرا تو اس مکتوب کو مصطفوی مکتوب سمجھتے ہوئے معمول بہ بنایا گیا۔ مذکورہ بالا حدیث سے مندرجہ ذیل امور مستفاد ہوئے۔

(۱) حدیث نبوی جب بھی مل جائے اسے قبول کر لینا چاہیئے۔

(۲) اگر حدیث نبوی ملنے سے پہلے کوئی عمل اس کے خلاف ہوتا رہا ہو تو اسے بدل کر حدیث نبوی کے مطابق کر دیا جائے اور گذشتہ فیصلوں پر پچھتانے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۳) کسی بھی شخص کا عمل حدیث نبوی پر اثر انداز نہ ہو سکے گا۔ کہ اس شخص کے عمل کے باعث حدیث پر عمل کو چھوڑ دیا جائے۔

۱۶۔ سولہویں دلیل:

سعید ابن المسیب روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: کہ "دیت بیوی کو ہرگز نہ ملے گی بلکہ دیگر وارثوں کو ملے گی۔" ضحاک بن سفیان نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لکھا تھا کہ "اشیم جنابی کی بیوی کو اس کی دیت سے حصہ دیا جائے۔" حضرت عمر فاروقؓ نے یہ ارشاد نبوی سن کر اپنا طرز عمل بدل لیا۔ دیکھئے فقط ایک معتمد علیہ شخص کے حدیث نبوی بیان کرنے پر اپنے نظریہ کو بدل کر حدیث نبوی کی روشنی میں عمل کرتے ہیں (خبر واحد کی حجیت کا انکار کرنے والے لوگوں کے لیئے لمحہ فکریہ ہے کہ کیا یہ لوگ سیدنا عمر فاروقؓ سے زیادہ محب اسلام ہیں) امام شافعی نے سابقہ حدیث پر کتاب الام جلد ۶ صـ۷۷ پر بھی اظہار خیال کیا ہے۔

۱۷۔ سترھویں دلیل:

طاؤس روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ فاروق نے فرمایا

"جس شخص نے جنین (قبل از ولادت شکم مادر میں موجود بچے کو جنین کہتے ہیں) کے بارہ میں حضور علیہ السلام سے کچھ سنا ہو تو اُسے خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ وہ مجھے بتا دے"۔ یہ سُن کر حمل بن مالک کھڑے ہو کر کہنے لگے:

"میں اپنی دو لونڈیوں کے درمیان کھڑا تھا ایک نے دوسری پر ایک پتھر دے مارا جس سے اس کے پیٹ میں موجود بچہ ساقط ہو گیا۔ آپ نے قاتلہ کو حکم دیا کہ اسے ایک غلام دیت میں دے"۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا "اگر میں یہ حدیث نہ سنتا تو اس سے مختلف فیصلہ صادر کرتا"۔ دوسرے صحابہ کہنے لگے بہت ممکن تھا کہ اس ضمن میں ہم اپنی رائے سے فیصلہ کرتے"۔ ضحاک کی بیان کردہ روایت کو سُن کر حضرت عمرؓ فاروقؓ اس فیصلہ کے صادر کرنے سے رُک گئے کہ جسے آپ اپنی فکر کے مطابق کرنا چاہتے تھے۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ فقط ایک شخص (حمل بن مالک) کی بیان کردہ روایت پر عمل کیا گیا۔ یہ خبر واحد کی حجیت پر بہترین دلیل ہے۔

۱۸۔ اٹھارویں دلیل:

امام مالک ابن شہاب سے اور وہ سالم سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ ملک شام کو جا رہے تھے تو آپ کو پتہ چلا کہ وہاں طاعون پھیلا ہوا ہے۔ اس ضمن میں جب آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی زبانی حدیث سُنی کہ طاعون زدہ علاقے میں جانا ممنوع ہے تو آپؓ (فقط ایک شخص کے خبر دینے پر) واپس مدینہ لوٹ آئے۔

۱۹۔ انیسویں دلیل:

امام مالک جعفر بن محمد سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے والد سے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا "مجھے نہیں معلوم کہ میں مجوس کے ساتھ کیا سلوک کروں"۔ حضرت عبدالرحمٰن

بن عوف نے کہا "میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ مجوس سے اہل کتاب کا سا برتاؤ کرو۔"

سفیان عمرو سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بجالہ کو یہ کہتے سنا کہ "حضرت عمر پہلے مجوس سے جزیہ وصول نہیں کیا کرتے تھے۔ جب عبدالرحمٰن بن عوف نے بتایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقام ھجر کے مجوس سے جزیہ کیا تھا اور حضرت عمرؓ نے بھی اُسے معمول بنا لیا۔

حدیث نبوی کی بابت جو مشہور اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ ایک راوی کی روایت اس وقت قبول کرتے تھے کہ جب کوئی دوسرا صحابی اس کے بارے میں تائیدی شہادت دیتا۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ تین وجوہ کی بنا پر تائیدی شہادت طلب کرتے تھے۔

حزم و احتیاط اور تاکید کے نقطۂ نظر سے۔
جبکہ راوی کی عدالت کا علم نہ ہو۔
جبکہ راوی کی ثقاہت کا علم نہ ہو۔

بقول امام شافعی حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ سے جو تائیدی شہادت طلب کی تھی وہ حزم و احتیاط کی بنا پر تھی ورنہ حضرت عمرؓ بھی ابو موسیٰ اشعریؓ کو ثقہ و امین سمجھتے تھے۔ اعمر فاروقؓ نے ابو موسیٰ سے کہا "میں آپ کو تہمت نہیں دیتا لیکن تائیدی گواہی اس لئے طلب کی ہے کہ مجھے یہ خطرہ لاحق ہو گیا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جھوٹ باندھنے لگ جائیں۔

یہ جو کہا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ خبر واحد کو بھی تسلیم کرتے تھے البتہ حزم و احتیاط کے پیش نظر تائیدی شہادت طلب کرتے تھے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ سے بکثرت ایسی روایات منقول ہیں کہ جنہیں آپ نے ایک ہی راوی سے سُن کر تسلیم کر لیا۔

۲۰ ۔ بیسویں دلیل :

اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ نے قوموں کی رشد و ہدایت کے لیئے انبیاء و مرسلین کو مبعوث

فرمایا۔ جب ایک مخصوص علاقہ کے لیئے ایک تن تنہا نبی پیغام الٰہی سناتا تو سر تسلیم خم کرنے والے دینوی واُخروی کمالات سے بہرہ ور ہوتے اور نہ ماننے والے عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جاتے۔ اگر اتمام حجت کے لیئے خبر واحد کافی نہ ہوتی تو پھر ہر علاقہ میں ایک ایک نبی بھیجنے کی بجائے اللہ تعالیٰ انبیاء کی کثیر جماعت کا اہتمام فرماتا۔ یہاں یہ امر بھی واضح رہے کہ بعض مقامات پر ایک نبی بھیجنے کی بجائے متعدد انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا یہ اس لیئے نہیں تھا کہ ایک نبی کا پیغام اُس کے تنہا ہونیکے باعث غیر موثر رہے گا چنانچہ مزید انبیاء کو اس لیئے بھیجا گیا ہے کہ ابلاغ اور اتمام حجت کی تکمیل ہو جائے نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ جہاں متعدد انبیاء مبعوث ہوتے ہیں وہاں فقط یہی فلسفہ ہے کہ تاکید مزید ہو جائے ورنہ اتمام حجت تو ایک نبی کے ذریعہ ہی مکمل ہو جاتی ہے قرآن مقدس کے اس ارشاد گرامی فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ [1] کا یہی مفہوم ہے۔

۲۱۔ اکیسویں دلیل:

فُریعہ بنتِ سنان بیان کرتی ہیں کہ وہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میرا خاوند غلاموں کی تلاش میں نکلا تھا جب وہ قدوم مقام پر پہنچا تو غلاموں نے اسے قتل کر دیا۔ میرے خاوند نے رہنے کے لیئے کوئی مکان نہیں چھوڑا۔ اب میں اپنے والدین کے گھر جانا چاہتی ہوں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے والدین کے گھر جا سکتی ہو (فُریعہ بنت سنان بیان کرتی ہیں) جب میں مسجد کے قریب پہنچی تو آپ نے پھر بلایا میں حاضر ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اپنا واقعہ پھر بیان کرو میں نے واقعہ دوہرایا تو آپ نے ارشاد فرمایا "عدت پوری ہونے تک اسی گھر میں رہو۔ چنانچہ میں نے وہاں چار ماہ دس دن قیام کیا ــــ جب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو انہوں نے مجھے بلا کر یہ واقعہ دریافت کیا میں نے حضرت عثمان کو آپ کے فیصلہ سے آگاہ کیا تو آپ اسی کے مطابق

---

[1] (یٰس ۳۶/۱۴)

مقدمات کا فیصلہ کیا کرتے تھے معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ نے فقط ایک عورت کی بات پر پورا پورا اعتماد کیا [1]

۲۲۔ بائیسویں دلیل:

طاؤس کہتے ہیں کہ میں ابن عباسؓ کے ساتھ تھا۔ زید بن ثابت نے اُن سے کہا کیا آپ یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ حائضہ عورت آخری طواف کرنے سے پہلے وطن واپس لوٹ سکتی ہے؟ ابن عباس نے کہا کہ اگر آپ کو یقین ہو تو فلاں انصاری عورت سے دریافت کر لیں کہ آیا حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس امر کی اجازت دی تھی یا کہ نہیں؟ زید بن ثابت ہنستے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے واپس چلے گئے کہ میرا خیال ہے کہ آپ سچ کہتے ہیں [2]

امام شافعی فرماتے ہیں کہ حضرت زیدؓ نے سُن رکھا تھا کہ کوئی حاجی آخری طواف کئے بغیر وطن واپس نہیں جا سکتا ان کے نزدیک حائضہ عورت بھی اس ممانعت میں شامل تھی۔ جب حضرت ابن عباس نے یہ فتویٰ دیا کہ اگر حائضہ یوم النحر کے دن طواف کر چکی ہو تو آخری طواف کرنے سے پہلے ہی وہ واپس جا سکتی ہے۔ حضرت زید نے اس بات پر تعجب کیا۔ جب ابن عباس نے انصاری عورت کا واقعہ سنایا اور حضرت زید نے اس سے پُوچھ کر واقعہ کی تصدیق کر لی تو حضرت زید نے عورت کی بات کو تسلیم کر لیا اور حضرت ابن عباس کے مؤقف سے متفق ہو گئے۔ غور فرمائیں کہ حضرت ابن عباس کے پاس انصاری عورت کے بیان کے سوا اور کوئی دُوسری دلیل موجُود نہ تھی ۔ آپ نے اس تنہا عورت کی بات کو تسلیم کر کے خبر واحد کے حجت ہونے کا ثبوت فراہم کیا۔

۲۳۔ تیئسویں دلیل:

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس سے کہا کہ نوفا بکالی کہتا ہے کہ

---

[1] ابُو داؤد۔ ترمذی۔ نسائی بطریق مالک از زھری)
[2] مسند احمد۔ بیہقی بحث تر [illegible]

خضر (نوفا بکالی کی والدہ حضرت کعب الاحبار صحابی کی بیوی تھی نوفا تابعین میں سے تھا اور قصص کی نقل و روایت میں مشہور تھا۔ بنو بکال قبیلہ حمیر کی ایک شاخ تھے۔ اس کی وفات ۹۰ھ و ۱۰۰ھ کے درمیان ہوئی) کے ساتھی موسیٰ وہ نہ تھے کہ جنہیں نبی بنا کر مبعوث کیا گیا تھا۔ بلکہ یہ موسیٰ اور شخصیت تھے ابن عباس نے کہا وہ خدا کا دشمن جھوٹ کہتا ہے۔ مجھے ابی بن کعب نے بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے حضرت موسیٰ و خضر کا واقعہ بیان کیا جس سے معلوم ہوا کہ خضر کے ساتھی حضرت موسیٰ وہی تھے جو بنی اسرائیل کی جانب نبی ہو کر آئے تھے"[1]

مذکورہ بالا واقعہ سے معلوم ہوا کہ جب ایک ہی واقعہ کے دو متصادم راوی آ جائیں تو ثقہ راوی خواہ ایک ہی ہو اس کے بیان کو تسلیم کر لیا جائیگا جیسا کہ حضرت ابن عباس نے نوفا بکالی کے بیان کو مسترد کر دیا اور ابی بن کعب کی ذکر کردہ روایت کو تسلیم کیا۔

۲۴۔ چوبیسویں دلیل۔

طاؤس روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابن عباس سے نماز عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھنے کی بابت سوال کیا۔ جواب میں حضرت ابن عباس نے ایسا کرنے سے منع فرما دیا طاؤس نے کہا کہ "میں تو انہیں (ان دو رکعات کو) ترک نہیں کروں گا"۔ یہ سن کر ابن عباس نے یہ آیت تلاوت کی:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ۔

کسی مومن مرد اور عورت کو قطعاً یہ حق نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کوئی فیصلہ صادر کر دیں تو کوئی اختیار انہیں باقی رہے[2]

ابن عباس رضؓ کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ جب انہوں نے طاؤس کو حضور سید عالم صلی اللہ

---

[1] بخاری و مسلم [2] (۳۶/۳۳)

علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سنادی ہے تو اس پر حجت قائم ہو گئی۔ مزید برآں آیت پڑھ کر واضح کر دیا کہ نبوی حکم کی خلاف ورزی کا کسی شخص کو حق حاصل نہیں ہے۔ اب جبکہ طاؤس نے یہ روایت فقط ابن عباسؓ سے سنی تھی پھر بھی طاؤس نے یہ نہیں کہا کہ یہ روایت تو میں نے صرف آپ ہی سے سُنی ہے لہٰذا مجھ پر یہ حجت نہیں ہے ممکن ہے جناب آپ بھُول گئے ہوں بلکہ اس کے برعکس ابن عباسؓ کی خبر واحد کو حجت قرار دیا۔

۲۵: پچیسویں دلیل:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ "ہم بٹائی پر زمین دیتے تھے اور اسمیں کچھ مضائقہ نہ سمجھتے تھے لیکن جب رافع بن خدیج نے ہمیں بتایا کہ حضورؐ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمین کو بٹائی پر دینے سے منع فرمایا ہے تو ہم نے اس عمل کو ترک کر دیا۔"

مندرجہ بالا روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عُمرؓ جس کام کو حلال سمجھتے تھے بلکہ اس کا عملی مظاہرہ بھی کرتے تھے جب انہیں اس کے خلاف ایک قابل اعتبار شخص نے فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگاہ کیا تو وہ اس کام (زمین کو بٹائی پر دینے) سے فوراً رک گئے۔ مذکورہ روایت سے حسب ذیل فوائد ملے۔

- خبر واحد کا راوی قابل اعتماد ہو تو خبر واحد پر لازمی عمل کیا جائیگا۔
- پہلے سے جاری عمل کے خلاف روایت مل جائے تو پہلے عمل کو ختم کر کے اس خبر واحد پر عمل کیا جائے گا۔
- اگر حضورؐ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی روایت موجوُد ہو لیکن اس پر عمل نہ کیا جاتا ہو تو اس سے حدیث ضعیف نہیں ہو جاتی۔

۲۶۔ چھبیسویں دلیل

عطاء بن یسار روایت کرتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ نے سونے یا چاندی کا ایک برتن اس کے وزن سے زائد سونے یا چاندی کے بدلے فروخت کر دیا۔ ابو الدرداءؓ نے

امیر معاویہؓ سے کہا کہ "میں نے حضور علیہ السّلام کو سُنا کہ وہ اس سے منع فرماتے تھے (یعنی سونے یا چاندی کو اُس کے وزن سے زائد سونے یا چاندی کے بدلے فروخت کرنے سے منع فرماتے تھے) امیر معاویہؓ نے کہا "میرے خیال میں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے"۔ یہ سُن کر ابو درداء نے کہا "معاویہ سے کون شخص میری دادرسی کرے گا؟ میں اسے حدیث مصطفےٰؐ سناتا ہوں اور وہ اپنی رائے بیان کرتے ہیں۔ جس علاقہ میں آپ رہتے ہیں میں اس میں رہائش نہیں رکھوں گا۔" چنانچہ ایسا ہی ہوا جب حضرت ابودرداء نے دیکھا کہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان کرنے سے حضرت امیر معاویہ پر حجت قائم ہوگئی ہے لیکن وہ اس پر عمل نہیں کر رہے تو وہ شہر معاویہ کو چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے۔ ابوالدرداء کی امیر معاویہ سے ناراضگی کی فقط یہی وجہ تھی کہ انہوں نے ایک ثقہ و معتمد علیہ راوی کی روایت کو قبول نہ کیا۔

۲۷۔ ستائیسویں دلیل

حضرت ابوسعید خدریؓ ایک شخص سے ملے اور اُسے ایک حدیث سنائی۔ مگر اس شخص نے حدیث کے خلاف بات کہی۔ ابوسعید خدریؓ نے کہا "خدا کی قسم میں ایک چھت کے نیچے تیرے ساتھ نہیں رہوں گا۔ غور فرمائیں خبرِ واحد کے ابلاغ کے بعد اس پر عمل نہ کرنے والے کے خلاف کس قدر شدید ردِّ عمل ہوتا تھا۔

۲۸۔ اٹھائیسویں دلیل

مخلد بن خفاف بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک غلام خریدا جسکی محنت مزدوری سے میں نے فائدہ اُٹھایا پھر میں نے اس میں کچھ نقص دیکھا تو انصاف چاہنے کے لیئے یہ مقدمہ عمر بن عبدالعزیزؒ کی عدالت میں پیش کیا آپ نے فیصلہ کیا کہ غلام فروخت کنندہ کو واپس کر دیا جائے اور جو فائدہ آپ نے اٹھایا ہے وہ بھی واپس کر دیں (مخلد بن خفاف کہتے ہیں) میں نے اس فیصلہ سے عروہ کو آگاہ کیا۔ عروہ نے کہا آج شام کو

میں عمر بن عبدالعزیز سے ملوں گا اور انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالہ سے حدیث نبوی پیش کروں گا کہ آپ نے فرمایا " فائدہ وہی اٹھائے گا جو نقصان کا ذمہ دار ہوگا۔ مخلد کہتے ہیں" میں نے اسی وقت جاکر عمر بن عبدالعزیز کو حضرت عائشہ کی اِس روایت سے آگاہ کیا۔ عُمر بن عبدالعزیز نے کہا "خدا شاہد ہے کہ میں نے حق کا ارادہ کیا تھا اَب مجھے رسول کریم کی سنت مل گئی ہے لہٰذا میں اپنا فیصلہ واپس لیتا ہوں اور حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم نافذ کرتا ہوں "۔ پھر عروہ حضرت عُمر بن عبدالعزیز کے پاس گئے۔ تو آپ نے فرمایا مخلد سے کہیں کہ فروخت کنندہ سے غلام کی کمائی ہوئی رقم واپس لے لے۔

۲۹۔ اُنتیسویں دلیل :

ایک مرتبہ سعد بن ابراہیم نے ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن کی رائے کے مطابق فیصلہ صادر کر دیا لیکن بعد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک ایسی حدیث ملی جو سابقہ فیصلہ کے خلاف تھی اور اس روایت کے حامل بھی ایک معتمد علیہ ثقہ راوی ابن ابی ذئب تھے۔ چنانچہ سعد بن ابراہیم نے اپنے سابقہ فیصلے کو کالعدم قرار دیا اور ابن ابی ذئب کے حوالہ سے ملنے والی حدیثِ نبوی کے مطابق از سرِ نو فیصلہ فرمایا۔

۳۰۔ تیسویں دلیل

ابو شریح کعبی روایت کرتے ہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے روز فرمایا "جس قبیلہ کا کوئی آدمی مارا جائے تو اسے دو باتوں کا اختیار ہے۔ (۱) اگر چاہے تو دیت وصول کرلے (۲) اور اگر چاہے تو قصاص لے لے۔"

اِس حدیث کے ایک راوی ابن ابی ذئب سے ان کے شاگرد ابو حنیفہ بن سماک نے پوچھا "کیا آپ خود اس حدیث پر عمل کرتے ہیں؟" یہ سُن کر ابن ابی ذئب نے ابو حنیفہ بن سماک کے سینہ پہ ہاتھ مارا، زور سے چلائے اور گالیاں دینے لگے۔ پھر غصہ میں بھر کر

کہا" میں تجھے حدیثِ رسول سناتا ہوں اور تم پوچھتے ہو کہ کیا تم اس پر عمل کرتے ہو؟ حدیث کا ماننا مجھ پر فرض ہے اور ہر اُس شخص پر جو اسے سنے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساری کائنات سے چُنا اور آپ کے ذریعہ ساری کائنات کو رشد و ہدایت سے بہرہ ور کیا۔ اب تمام مخلوق کا فرض ہے کہ بخوشی یا بے خوشی آپ کی اطاعت کریں۔ کوئی مسلمان اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔"

اخبارِ آحاد کی حجیّت پر اعتراضات و جوابات

پہلا اعتراض:

خبرِ واحد کو حجت قرار دینے کے لیے ایڑھی چوٹی کا زور بھی لگا لیا جائے تو پھر بھی حجت قرار دینے میں کامیابی حاصل نہیں کی جا سکتی کیونکہ بہت سی مقتدر، معتمد علیہ اور اسلام کی قدآور شخصیتوں نے اخبارِ آحاد سے احتجاج کرنے کا انکار کر دیا۔ مثلاً

- حضرت سیّدنا صدیق اکبرؓ نے حضرت مغیرہ کی میراثِ جدہ سے متعلق روایت کو رد کر دیا تھا اور اس وقت تک تسلیم نہ کیا جب تک کہ محمد بن مسلمہ نے اس کی تائید نہ کر دی۔
- حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے حکم بن عاص کو واپس مدینہ لانے کی اجازت کے بارہ میں حضرت عثمان کی روایت کو قبول نہیں کیا تھا۔
- حضرت علی نے ابوسنان اشجعی کی اس روایت کو مسترد کر دیا تھا جو اس عورت کے بارہ میں تھی کہ جس سے مہر مقرر کئے بغیر نکاح کر لیا ہو۔
- حضرت علی حلف لیئے بغیر کسی کی روایت کو تسلیم نہیں کرتے تھے البتہ حضرت ابوبکر سے حلف نہیں لیتے تھے۔
- حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جب یہ حدیث بیان کی کہ گھر والوں کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے تو حضرت عائشہ نے اسے تسلیم نہ کیا [1]

[1] الاحکام از آمدی جلد ۱ صـ۹۴ نیز التحریر جلد ۲ صـ۲۷۲، صـ۲۷۳

مذکورہ بالا روایات کو آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ انہیں اخبار آحاد ہونے کی وجہ سے مسترد کر دیا گیا۔ معلوم ہوا کہ اخبار آحاد قابل حجت نہیں ہیں۔

جواب

جن محترم ہستیوں کی بیان کردہ رِوایات کو دُوسرے عمائدین اسلام نے قبول کرنے سے انکار کیا ان کا انکار اس پر مبنی ہرگز نہ تھا کہ یہ خبر واحد ہے۔ کیونکہ اگر مذکورہ اخبار آحاد کو اُن کے محض اخبار آحاد ہونے کی وجہ مسترد کیا گیا ہوتا تو پھر چاہیئے یہ تھا کہ دُوسرے راوی کی تائید ملنے کے باوصف پھر بھی ان اخبار کو مسترد ہی کیا جاتا کیونکہ کسی درجہ میں رَاوی ایک ہو، دو ہوں، تین ہوں وہ روایت بہرصُورت خبرِ وَاحد کا حکم رکھتی ہے۔ یہ کہنا کہ مذکورہ رِوَایات کو خبرِ وَاحد ہونے کی وجہ سے مسترد کیا گیا اس لیئے بھی غلط ہے کہ بہت سی ایسی روایات ہیں جنہیں فقط ایک ایک صحابی بیان کرتے ہیں لیکن پھر بھی انہیں قبوُل کیا جاتا (جیساکہ پہلے حجیت اخبارِ آحاد کی تیس دلیلوں سے وَاضح کر دیا گیا ہے) اگر کوئی رِوَایت محض اس لیئے قابل استرداد ہوتی کہ وہ خبرِ وَاحد ہے تو پھر کوئی بھی ایسی رِوَایت قبوُل نہیں ہونی چاہیئے تھی کہ جس کا رَاوی کسی دَرجہ میں ایک ہو لیکن ہم اس کے برعکس ملاحظہ کرتے ہیں کہ بہت سی ایسی رِوَایات ہیں جن کے سِلسلۂ سَند میں کسی جگہ فقط ایک راوی رہ جاتا ہے لیکن اس کے باوصف اُسے مقبول قرار دیا جاتا ہے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ اعتراض میں ذکر کردہ رِوَایات کو اُن کے خبرِ واحد ہونے کی بنا پر مسترد نہیں کیا گیا بلکہ انہیں قبوُل کرنے میں تامل اس لیئے کیا گیا تا کہ کوئی تائید مل جائے اور یہ رِوَایت اَور اس کا راوی کسی شخص کے ہلکے سے ہلکے شک یا وہم کا شکار نہ ہو سکیں۔ حضرت عمر فاروق رضؓ نے ابو موسیٰ کی روایت کو مسترد کرنے کے بعد فرمایا۔ "میں آپ پر الزام نہیں دھرتا۔ مگر یہ حدیث رسُول کا معاملہ ہے۔" محدثین کرام نے جن احادیث کو قبول نہ کیا اس کی وَجہ یہ نہ تھی کہ وہ اخبار آحاد ہیں بلکہ اس وجہ سے کہ:

(۱) یا تو اس روایت کوئی معارض پایا جاتا ہوگا۔

(۲) یا ان کی ذکر کردہ شرائط میں سے کسی شرط کا فقدان ہوگا۔

جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ خبرِ واحد کا راوی اگر ثقہ ہو تو وہ خبر واحد حجت ہوگی اور اس پر عمل کرنا واجب ہوگا [۱] تاہم اکثر علماء کے نزدیک یہ حدیث بدستور ظنی الدلالت رہے گی اور مفید یقین نہ ہوگی [۲] (کیونکہ ثقہ راوی سے بھی خطا و نسیان کا صدور ممکن ہے)

محدثین کی ایک جماعت (جس میں امام احمد حارث محاسبی، حسین بن علی، ابوسلیمان اور امام مالک جیسے اکابر شامل ہیں) عقیدہ رکھتی ہے کہ خبر واحد قطعی الدلالۃ اور علم یقینی کا موجب ہوگی [۳]

امام ابن حزم فرماتے ہیں کہ "ایک عادل راوی اپنے جیسے راوی سے کوئی حدیث روایت کرے تو وہ علم و عمل دونوں کی موجب ہوگی" [۴]

خطیب بغدادی ایک طرف الکفایہ فی علم الروایہ میں مستقل باب باندھ کر اُن لوگوں کی تردید کرتا ہے جو خبر واحد کو علم قطعی کا موجب سمجھتے ہیں بلکہ ایک مستقل فصل میں خبر واحد کو علم قطعی کے لیے موجب سمجھنے والوں کے استدلالات کو ذکر کر کے ان کا جواب بھی ذکر کیا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ اخبار آحاد پر عمل کو واجب قرار دیتے ہیں۔

خبر واحد کی عدم قبولیت کے مواقع

خطیب بغدادی نے الکفایہ فی علم الروایہ میں صفحہ ۴۳۲ پر تفصیل سے بیان کیا ہے کہ خبر واحد کہاں قبول کی جاتی ہے اور کہاں قبول نہیں کی جاتی وہ لکھتے ہیں کہ مندرجہ ذیل مقامات پر خبر واحد کو قبول نہیں کیا جائیگا۔

[۱] شرح مقدمہ مسلم جلد ۱ ص ۶۳، [۲] التقریب ص ۴، [۳] (الاحکام از آمدی جلد ۱ ص ۱۰۸)

[۴] (الاحکام الاصول الاحکام لابن حزم ج ۱ ص ۱۱۹)

(۱) جبکہ خبر واحد عقل مسلم کے منافی ہو۔
(۲) جبکہ خبر واحد قرآن کے محکم حکم کے مخالف ہو۔
(۳) جبکہ خبر واحد سنّت کے قائم مقام فعل کے خلاف ہو
(۴) جبکہ خبر واحد سنتِ نبوی کے خلاف ہو۔
(۵) جبکہ خبر واحد قطعی دلائل کے خلاف ہو۔

دوسرا اعتراض

قرآن مقدس کے قطعی الثبوت ہونے میں تو کسی قسم کا شک وشبہ پایا ہی نہیں جاتا کیونکہ خود قرآن مقدس میں اس کی شہادت ان کلمات سے ملتی ہے لَا رَیْبَ فِیْہِ یعنی یہ وہ کتاب ہے جس میں کسی قسم کا کوئی شک شبہ نہیں یہی وجہ ہے کہ یہ واجب العمل ہے لیکن خبر واحد کی بابت تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ قطعی الثبوت ہے اور اس پر عمل کرنا واجب ہے پھر کس قدر افسوس کی بات ہے کہ قرآنی احکام کی طرح خبر واحد پر عمل کرنے کو بھی واجب قرار دیا جاتا ہے۔

جواب

علم دین ہمیں جن ذرائع سے ملا ہے اس کی دو قسمیں ہیں (۱) معتبر ذرائع (۲) غیر معتبر ذرائع۔

(۱) معتبر ذرائع :

(۱) قرآن مقدّس
(۲) وہ سنتیں جو عملی تواتر کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے منتقل ہوئی ہیں[۱]
(۳) وہ احکام، اور پند ونصائح جو متواتر روایات کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہیں۔

---

[۱] یعنی جن پر شروع سے آج تک امت میں مسلسل عمل ہوتا رہا ہے (عامہ کتب اصول حدیث)

(۴) وہ اخبارِ آحاد جن کی سند بھی قابلِ اعتماد ہے اور قرآن مقدس و متواترات سے بھی مطابقت رکھتی ہیں اور تائید و تشریح بھی کرتی ہیں۔
(۵) وہ اخبارِ آحاد جو سند کے اعتبار سے بھی درست ہیں اور کسی قابلِ اعتماد چیز سے متصادم بھی نہیں ہیں (اگرچہ وہ کسی قرآنی حکم کی تائید یا تشریح نہ کریں)
اگر کوئی حکم مذکورہ بالا ذرائع سے ہم تک پہنچا ہے وہ تو یقیناً واجب العمل ہوگا۔ کیونکہ احکام کی تشکیل میں یہی محتاط اور محفوظ ترین راستہ ہے۔ مگر بعض ایسے ذرائع بھی ہیں کہ اُن ذرائع سے میسر آنے والے دینی احکام کو ہدفِ تنقید بنائے بغیر نہیں رہا جاسکتا کیونکہ یہ ذرائع کوئی معتبر ذرائع نہیں ہیں جبکہ امورِ دینیہ کی تشکیل معتبر ذرائع سے ہی تشکیل پا سکتی ہے۔ غیر معتبر ذرائع احکام دینیہ حسب ذیل ہیں۔

۲۔ غیر معتبر ذرائع:

(۱) وہ اخبار کہ جن کی سند تو قوی ہے مگر اُن کا مضمون کسی زیادہ معتبر شئی سے متصادم ہے۔
(۲) وہ اخبار کہ جن کی سند تو قوی ہے مگر اُن کا مضمون باہم متصادم ہے اور تصادم بھی اس طرح کا ہے کہ اُسے رفع نہیں کیا جاسکتا۔
(۳) وہ اخبار کہ جن کی سند تو قوی ہے مگر وہ منفرد روایتیں ہیں اور معنی کے لحاظ سے ان میں غرابت پائی جاتی ہو (یعنی اس کا معنی عربی لطافت سے خالی ہو)
(۴) وہ اخبار کہ جن کا معنی تو درست ہے مگر اس کی سند کمزور ہے۔
(۵) وہ اخبار کہ جن کا معنی بھی درست نہیں اور سند بھی کمزور ہے۔
یہ ہیں وہ ذرائع احکام دینیہ جو قطعاً قابلِ اعتبار نہیں ہیں اور اہلِ فقہ نے کسی ایسے حکم کی تشکیل نہیں کی جو ان مذکورہ ذرائع سے حاصل ہوئے ہوں۔
اب اگر کوئی شخص غیر معتبر ذرائع کو مسترد کرنے کے ساتھ ساتھ معتبر ذرائع کی بھی تردید کر دے اور کہے کہ جس طرح غیر معتبر ذرائع احکام کی کوئی اہمیت نہیں اسی طرح ذکر کردہ معتبر ذرائع احکام کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہے تو اس شخص کا یہ قول

اسلامی مروجہ اقدار، معاملات، احکام اور دیگر معمولاتِ امت کی تقطیع اور تمام معاملات کی از سرِ نو تشکیل کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے۔

نکتہ

معترض نے قرآن مقدس کو تو اس لیئے قابل عمل قرار دیا کہ یہ لَا رَیْبَ فِیہِ کی صداقت پر مبنی ہے اور اخبار آحاد (یا دیگر اقسام حدیث) کو ناقابل عمل اس لیئے قرار دیا کہ اس میں اس طرح کا کوئی دعویٰ موجود نہیں ہے کہ جس طرح کا قرآن نے کیا۔ لمحہ فکریہ یہ ہے کہ اگر معتبر اور غیر معتبر ذرائع کا فرق کیئے بغیر ہر طرح کی خبرِ واحد کو مسترد کرتے چلے جائیں تو قرآن سے بھی اعتماد اُٹھ جائے گا۔ اور لَا رَیْبَ فِیہِ کا حکم بھی مشکوک بن جائے گا کیونکہ قرآن مقدس بھی تو صحابہ کو خبرِ واحد سے ملا کہ حضور سید عالم نے تن تنہا بتایا کہ یہ کلام الٰہی ہے اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ اسی طرح اگر معتبر ذرائع سے ملنے والی خبر کو بھی غیر معتبر ذرائع کی صف میں شمار کر کے مسترد کر دیا جائے تو حضور سیّد عالم سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ کی رسالت سے انکار تک نوبت پہنچ جائے گی۔ کیونکہ تن تنہا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی اپنی رسالت کی خبر دی اور بتایا کہ میں اللہ کا آخری رسُول ہوں۔

خلاصہ

معتبر ذرائع سے ملنے والی اخبارِ آحاد واجب العمل ہوں گی اور غیر معتبر ذرائع سے ملنے والی اخبارِ آحاد قابل استرداد ہوں گی۔

تیسرا اعتراض:

جو لوگ خبرِ واحد کو واجب العمل کہتے ہیں۔ اصل میں یہ لوگ جاہل ہیں اسلام کی مزاج شناسی سے بے بہرہ اور ملائیت کے علمبردار ہیں۔ اگر خبرِ واحد واقعتاً واجب

العمل ہے تو پھر جیسے فروعات کو خبرِ واحد کی روشنی میں حل کیا جاتا ہے۔ اسلام کے اصول و مبادیات میں بھی خبرِ واحد کی اہمیّت کو تسلیم کیا جانا چاہیئے ـــــ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ایک شئ کو ایک جگہ تو واجبُ العمل قرار دیا جائے اور دُوسری جگہ ناقابلِ عمل قرار دے دیا جائے۔

جواب

اِسلام کے تمام معاملات خواہ ان کا تعلق اعتقاد و نظریہ سے ہو یا فعل و عمل سے ان کی دو قسمیں ہیں (۱) اصول (۲) فرُوع

اصول کو تمام دینی معاملات میں ایک بنیادی اور کلیدی حیثیّت حاصل ہے جبکہ فروع کو ثانوی مقام حاصل ہے۔ یہ ایسے ہی ہے کہ جیسے ایک بہت بڑی عمارت ہو اور وہ پانچ یا چھ ستونوں پہ قائم ہو۔ ظاہر ہے کہ عمارت کے قیام میں ستونوں کو ایک بنیادی حیثیّت حاصل ہے۔ اگرچہ ستونوں کے اُوپر پلستر اور دیواروں کے توازن کی اہمیّت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن انہیں پھر بھی ثانوی حیثیت حاصل ہو گی۔ عمارت کے ان حصص کے درجات کے تفاوت کی وجہ سے بلا تامل یہ بات سمجھ آتی ہے کہ ستونوں کو جس قدر عمدہ اعلیٰ اور خالص ترین میٹریل کی ضرُورت ہے اس قدر دیواروں یا ستونوں کی خارجی خوبصُورتی کے لیئے خالص مواد کی ضرورت نہ ہو گی اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ستونوں کے لیئے قدرے نقص والا سامان استعمال کیا گیا تو وہ عمارت زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکے گی بلکہ جلد ہی زمین بوس ہو جائیگی۔ جب کہ عمارت کے غیر اصولی حصّوں میں ہلکا میٹریل بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اسی بنیاد پر مسئلہ کی تفہیم آسان ہو جائے گی کہ جو اسلام کے بنیادی معاملات ہیں اُن کے لیئے تو مضبُوط، ٹھوس ترین اور ناقابلِ شکست دلائل کی ضرُورت ہو گی جبکہ اسلام کے فروعی معاملات میں قدرے خفیف دلیل (جیسے صحیح خبرِ واحد) بھی حجت تسلیم کی جائے گی۔ فروعی معاملات کی تجدید و تعیین میں خبرِ واحد کی مداخلت انسانوں کی ذہنی

اختراع سے تو بدرجہا بہتر ہے ــــــ ایک جزئی مثال ملاحظہ فرمایئے کہ:

فرشتوں پر نبیوں پر قیامت وغیرہا پر ایمان لانا اسلام کے بنیادی نظریاتی عوامل ہیں اب اُن کے لیئے کوئی دلیل بھی ایسی ہونی چاہیئے جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہو۔ جبکہ انہی مذکورہ امور کی فرعیات (جیسے فرشتوں اور نبیوں کی صفات قیامت کے معاملات) کے لیے قدرے خفیف دلیل مثلاً خبرِ واحد بھی کافی ہوگی۔ فروع میں اگر اختلاف بلکہ شدید اختلاف بھی پیدا ہوجائے تو اسلام کی عمارت کے لیئے کوئی نقصان دہ اَمر نہیں ہے جبکہ اسلام کے اصول میں تھوڑا سا اختلاف بھی شدید ترین ہلاکت کا پیش خیمہ ہوگا۔

بس یہی وجہ ہے کہ خبرِ واحد کو اسلام کے اصُولی معاملات میں قبُول نہیں کیا بلکہ فروعی معاملات میں قبول کیا گیا۔ اسلامی مفکرین کی یہ کاوش کوئی معمُولی نہیں ہے۔ اگر علماءِ اسلام تھوڑا سا بھی تساہل اور تغافل سے کام لیتے تو آج اسلام بھی عیسائیت اور یہودیت کی طرح اصولی رعنائیاں کھو چکا ہوتا اور واضح رہے کہ فروعی اختلافات کے باعث کسی بھی شخص کو کافر نہیں کہا جاسکتا۔

چوتھا اعتراض

جمہور علماء اس پر متفق ہیں کہ خبرِ واحد ظن کا فائدہ دیتی ہے لیکن تعجب اس بات پر ہے کہ ایک طرف تو یہ تسلیم کیا جارہا ہے کہ خبرِ واحد ظن کا فائدہ دیتی ہے اور دُوسری طرف ساتھ یہ بھی فرمایا جاتا ہے کہ خبرِ واحد پر عمل کرنا واجب ہے۔ جب ایک شئے یقین کا فائدہ نہیں دیتی بلکہ اس کے ذریعہ سے کسی شی کے اثبات کا ظن ہوتا ہے تو پھر اسے واجبُ العمل قرار دینا ظُلم نہیں تو اور کیا ہے؟ قرآن مقدس نے اتباعِ ظن کو مذموم قرار دیا ہے چنانچہ ملاحظہ ہو۔

○ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ [۱] یہ کفّار تو محض ظن کی اتباع کرتے ہیں۔

---

[۱] (۶/۱۴۸)

۹ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا ؎ بے شک ظن حق کا کچھ بھی فائدہ نہیں دیتا۔

۱۰ وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ ؎ جس چیز کا تجھے یقینی علم نہیں وہ بیان نہ کر۔

(یہ ہے وہ اعتراض کہ جسے قرآنی آیات کے ساتھ ملاکر جب سادہ لوح مسلمان پر پیش کیا جاتا ہے تو وہ پریشان ہوکر گھبرا اور حیرت زدہ ہوکر احادیث کے مقدس مجموعوں کو شک کی نظر سے دیکھنے لگتا ہے)

جواب:

معترض نے بڑی چالاکی سے کام لینے کی کوشش کی ہے کیونکہ "ظن" کے متعدد معانی ہیں اور محدثین نے ظن کا جو معنی کیا ہے معترض نے وہی معنی نہیں کیا بلکہ ایک دوسرا معنی کیا ہے جس کی وجہ سے وہ مبتلائے تردد ہوگیا۔ اگر ظن کا وہی معنی لیا جاتا جو محدثین نے لیا ہے تو اعتراض کی گنجائش ہی نہ رہتی — اس اجمال کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

ظن کے چار معانی:

(۱) یقین (۲) شک (۳) تہمت (۴) وہم وگمان ؎ (کلمہ ظن از قبیلہ اضداد ہے)

قرآنی استشہادات

ظن بمعنی یقین:

قَالَ الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّہُمْ مُّلٰقُوا اللّٰہِ کَمْ مِّنْ — جو لوگ یہ یقین رکھتے تھے کہ وہ اللہ سے ملنے والے ہیں انہوں نے کہا

ؔ (۵۳/۲۸) ؔ (۱۷/۳۶) ؔ (تاج العروس فصل الظاء من باب النون)

فئة قليله غلبت فئة كثيرة والله مع الصابرين [۱]

کہ کئی مرتبہ قلیل (تعداد) جماعتیں کثیر (تعداد) جماعتوں پر غالب آئیں اور اللہ تعالیٰ صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہے۔

ابوعبداللہ القرطبی نے مذکورہ آیت کا ترجمہ لکھتے ہوئے ظن کا معنی اس طرح بیان کیا ہے۔ وَالظَّنُّ هنا بمعنى اليقينِ یعنی اس جگہ ظن یقین کے معنی میں ہے

ظن بمعنی شک:

مَن كان يظن ان لن ينصره الله في الدُّنيا والاخرة فَلْيَمْدُدْ بسبَبٍ الى السماء ثُمَّ لِيَقْطَعْ فَلْيَنظُرْ هل يُذْهِبَنَّ كَيْدُهُ مَا يَغِيظُ [۲]

جو شخص یہ شک/خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اپنے رسول کی مدد نہیں کریگا وہ چھت سے کوئی چیز لٹکا کر (گلے میں ڈال لے) پھر اسے کاٹ دے۔

یعنی اپنے آپ کو پھانسی دے کر ہلاک کر لے) پھر دیکھیے کہ کیا اس حیلہ سے اس کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔

ظن بمعنی تہمت

وَمَا هو عَلى الغيبِ بضنين [۳]

ابوعبداللہ اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

"بالضاء قراءة ابن كثير وابي عمرو والكسائى اى بمتَّهمٍ والظنةُ التُّهمةُ۔

یعنی ابن کثیر، ابوعمر اور کسائی نے اسے (بضنین کو) ظنین پڑھا ہے اور اس ظنین کا معنی ہے مُتَّهَمْ اور ظِنَّةٌ کا معنی ہے تہمت ــــ اس طرح دوسری قراءت کے مطابق وَمَا هو عَلى الغَيبِ بظنين کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کا رسول

---

[۱] (۲/۲۴۹) [۲] (۲۲/۱۵) [۳] (۸۱/۲۴)

غیب پر متہم نہیں ہے۔

ظن بمعنی وہم و گمان

سَیَقُولُ الَّذِینَ اَشرَکُوا لَو شَاءَ اللّٰہُ مَا اَشرَکنَا وَلَاۤ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمنَا مِن شَیءٍ ؕ کَذٰلِکَ کَذَّبَ الَّذِینَ مِن قَبلِہِم حَتّٰی ذَاقُوا بَاسَنَا ؕ قُل ھَل عِندَکُم مِّن عِلمٍ فَتُخرِجُوہُ لَنَا ؕ اِن تَتَّبِعُونَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِن اَنتُم اِلَّا تَخرُصُونَ [1]

اب مشرک کہیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو پھر نہ تو ہم شرک کرتے اور نہ ہی ہمارے باپ دادا اور نہ ہی ہم کوئی چیز حرام کرتے اسی طرح ان سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا یہاں تک کہ انہوں نے میرا عذاب چکھا (اے میرے رسُول) ان سے فرمائیں کہ اگر تمہارے پاس اس بات کا کوئی علمی ثبوت ہو تو ہمیں دکھاؤ تم تو محض (اٹکل ظن) پر چلتے ہو اور صرف تخمینے لگاتے ہو۔

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں "ظن" کا معنی ہے وہ بے سروپا بات کہ جسے انسان اپنے وہم و گمان اور اپنے احساسِ دروں سے فرض کرلے اور اس کی صحت پر کوئی دلیل بھی نہ ہو ــــ اس آیت میں کلمہ "ظن" کے بعد استعمال ہونے والا کلمہ "تخرصون" بھی اسی معنیٰ کی توثیق کر رہا ہے کیونکہ "خرص" کا معنیٰ ہے کسی امر کے متعلق اندازے اور تخمینے سے فیصلہ کرنا۔

قرآن مقدس کے حوالہ سے کلمہ "ظن" کی معنوی تحقیق کے بعد ہم اپنے مقصد کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ قرآن مقدس میں جس ظن کی پیروی کرنے کی مخالفت کی گئی ہے وہ یہی ظن ہے کہ جس کا معنیٰ ہے بلا دلیل کسی امر کے متعلق اندازے اور تخمینے سے فیصلہ کرنا۔ اور معترض نے "ظن" کے اسی معنیٰ کو لے کر اعتراض کر دیا کہ دیکھیے صاحب قرآن تو ظن پر عمل کرنے کی سخت مخالفت کرتا ہے جبکہ مذہبی تشیع اتباع ظن کو لازم قرار دیتا ہے۔

---

[1] (۶/۱۴۸)

کاش کہ معترض محدثین کے استعمال کردہ لفظ "ظن" کے سمجھنے میں تھوڑا سا بھی تامل کر لیتا اور یہ سمجھ لیتا کہ محدثین نے یہ جو کہا ہے کہ "خبر واحد ظن کا فائدہ دیتی ہے" اس میں ظن کا لفظ "شک" کے معنی میں استعمال ہوا ہے "کسی امر کا اندازے اور تخمینے سے فیصلہ کرنا" کے معنی میں نہیں لیا گیا تو معترض کو یہ تشویش لاحق ہی نہ ہوتی۔
واضح رہے کہ محدثین کرام نے یہ جو کہا ہے کہ خبر واحد ظن کا فائدہ دیتی ہے ان کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ خبر واحد کے ثبوت میں کثرت افراد کی معدومی کے باعث ایک طرح کا شک پایا جاتا ہے۔ اسی شک کی وجہ سے خبر واحد کو اسلام کے اصول مبادی میں واجب العمل قرار نہیں دیا جاتا بلکہ فروع و جزویات میں اسے واجب العمل قرار دیا جاتا ہے اور علماء کے اس قول کہ خبر واحد ظنی ہے مگر واجب العمل ہے کا مقصد بھی یہی ہے کہ اسلام میں تو اس کے کردار کو موثر نہ مانا جائے گا البتہ فروع و جزویات میں اس سے احتجاج کیا جائیگا۔ خبر واحد کے ثبوت میں شک ہونے کے باعث اس پر وجوب عمل کے نظریہ کو اس طرح سمجھا جا سکتا ہے کہ قرآنی مخصوص کے تعقل و ادراک میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے ایک مجتہد ایک آیت کو ایک طرح سمجھتا ہے تو دوسرا اس سے مختلف سمجھتا ہے ان دونوں میں سے کوئی مجتہد بھی ایسا نہیں جو یہ کہہ سکے کہ میرا اجتہاد حتمی اور یقینی ہے لیکن اس کے باوجود اس پر اجتماع ہو چکا ہے کہ ہر مجتہد پر لازم ہے کہ حاصل اجتہاد پر عمل کرے۔
آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ایک شئ کے ثبوت میں قدرے شک (یقین نہیں ہے) بایں ہمہ اس پر عمل کرنا لازم ہے بالکل اسی طرح خبر واحد کے ثبوت میں تو شک ہوتا ہے لیکن اس پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے
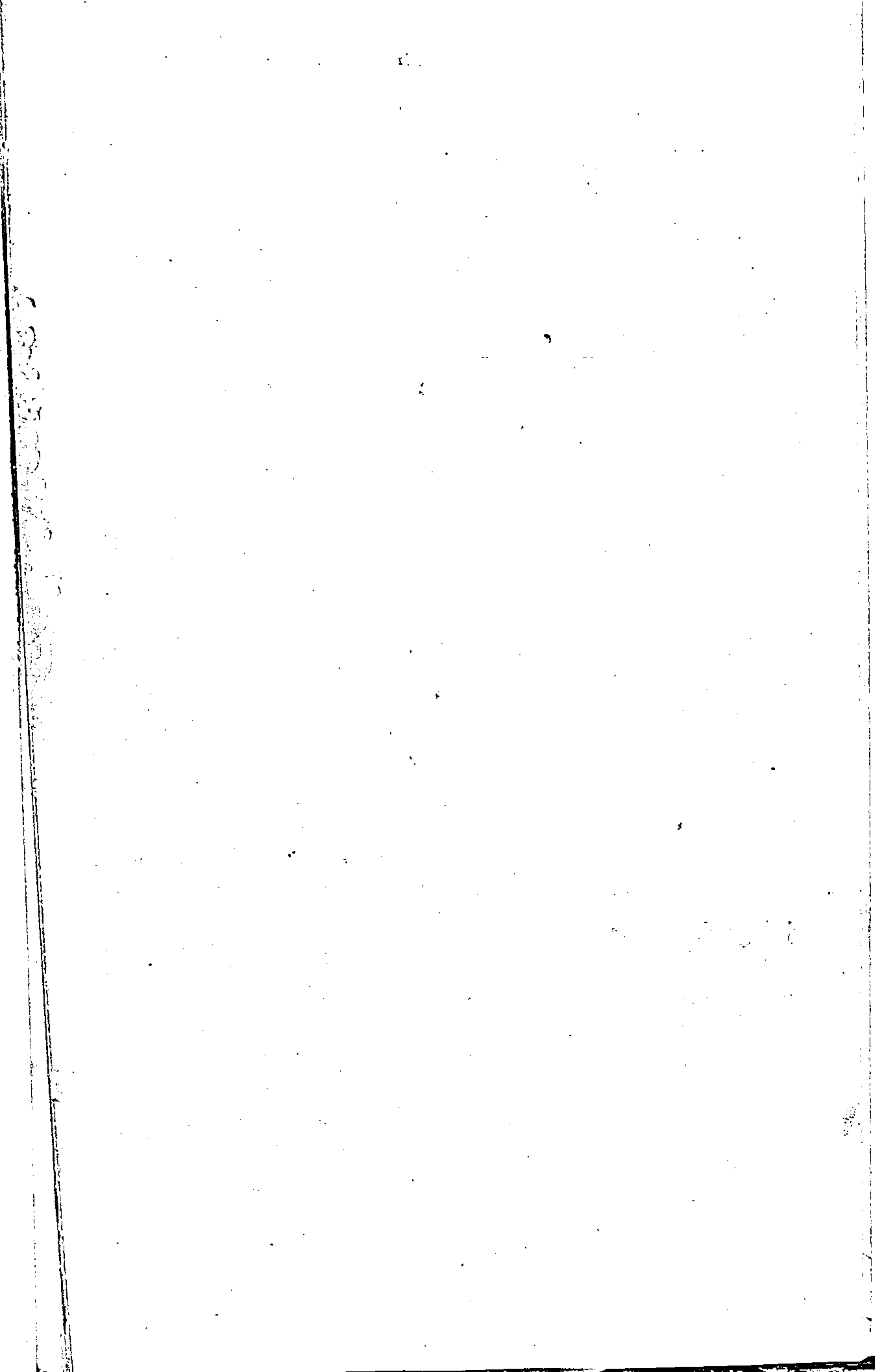
اِس حصّہ میں حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے متعلق چند متفرق مفید معلومات کو رقم کیا گیا ہے۔

① علم حدیث کی تعریف، موضوع اور غرض و غایت

○ **تعریف** : هُوَ عِلْمٌ يُعْرَفُ بِهِ اَقْوَالُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَاَفْعَالُهٗ وَاَحْوَالُهٗ

علم حدیث وہ علم ہے جس کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال، افعال اور احوال کی پہچان حاصل ہوتی ہے۔

○ **موضوع** : ذَاتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مِنْ حَيْثُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ۔

علم حدیث کا موضوع حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی **ذات والاصفات** بحیثیت رسول ہونے کے ہے

○ **غرض وغایات** ، اَلْفَوْزُ بِسَعَادَةِ الدَّارَيْنِ

علم حدیث کی غرض غایت دنیا و عقبیٰ کی سعادتوں کا حصول ہے

(کرمانی بحوالہ مقدمہ تحفۃ الاحوزی ص۱)

علم حدیث کی اقسام :

علم حدیث کی دو اقسام ہیں (۱) باعتبار روایت (۲) علم حدیث باعتبار درایت

○ علم حدیث باعتبار روایت : یہ وہ علم ہے جو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے منسوب اقوال، افعال اور تقریرات کی نقل سے متعلق ہے

○ علم حدیث باعتبار درایت : یہ وہ علم ہے جس کے ذریعہ روایت کی حقیقت اور اس کی قبولیت کی شرائط۔ روایت کی انواع و اقسام اور ان کے احکام، راویوں کے حالات اور مرویات کی اضافت کے متعلق تحقیق ہوتی ہے۔

علم درایت کی اقسام

① علم اسماء الرجال : اس میں راویوں کے حالات، مزاج اور ثقاہت کا جائزہ لیا جاتا ہے اس علم کی مشہور کتاب میزان الاعتدال ہے۔

(۲) علم نظر فی الاسناد : اس میں حدیث کی سند کے متعلق بحث کی جاتی کہ مثلاً، سند متصل ہے یا منقطع۔ اس علم کی مشہور کتاب تمیز المزید فی متصل الاسانید از خطیب بغدادی ہے

(۳) علم تدوین حدیث : اس میں تدوین حدیث کے نظام کے متعلق بحث کیجاتی ہے

(۴) علم طبقات حدیث : اس میں حدیث کے درجہ کے متعلق بحث ہوتی ہے کہ حدیث کس درجہ کی ہے۔

(۵) علم الاصطلاحات : اس میں حدیث و محدثین کی اصطلاحات کا جائزہ لیا جاتا ہے اس علم کی مشہور کتاب معرفۃ علوم الحدیث ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ ہے۔

(۶) علم طرق الحدیث : اس میں حدیث کے متعدد طرق کی معرفت کا اہتمام کیا جاتا ہے

(۷) علم الموضوعات : اس میں موضوع (من گھڑت) احادیث پر تنقید کی جاتی ہے چند مشہور کتب یہ ہیں۔ الموضوعات (ابن جوزی)، اللآلئ المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ

(۸) علم اطراف الحدیث : اس علم کے ذریعہ یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ کون سی روایت کس کتاب میں ہے اس علم کی مشہور کتاب تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف ہے

(۹) علم فقہ الحدیث : اس علم کے ذریعہ حدیث کی حکمتیں اور رموز و اسرار بے نقاب کیے جاتے ہیں اس علم کی مشہور کتابیں یہ ہیں اعلام الموقعین از ابن قیم۔ حجت اللہ البالغہ از حضرت شاہ ولی اللہ

(۱۰) علم غریب الحدیث : اس علم میں احادیث کے مشکل الفاظ کی لغوی تحقیق کی جاتی ہے اس علم کی مشہور کتب یہ ہیں الفائق از علامہ زمخشری متوفی ۵۳۸ھ ۲۔ نہایہ ابن اثیر متوفی ۶۰۶ھ

(۱۱) علم تخریج الاحادیث : اس علم کے ذریعہ یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ پیش کردہ روایت کا ماخذ کون سا ہے مثلاً ہدایہ کی بلا حوالہ روایات کی بابت یہ جاننا کہ یہ روایت کس کتاب میں ہے۔

۲- طبقات کتب حدیث

○ حدیث کی کتابیں صحت، شہرت اور مقبولیت کے اعتبار سے مندرجہ ذیل درجات میں منقسم ہیں

○ پہلا طبقہ [موطا امام مالک، صحیح بخاری، صحیح مسلم
○ دوسرا طبقہ [جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، سنن نسائی] انہیں صحاح ستہ (چھ صحیح کتابیں) کہا جاتا ہے۔

○ تیسرا طبقہ، سنن ابی ماجہ، مسند شافعی، مسند دارمی، مسند ابی یعلی، مصنف عبد الرزاق مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ، سنن دار قطنی

○ چوتھا طبقہ، کتاب الضعفاء از ابن حبان، کتاب الضعفاء از عقیلی، کتاب الکامل از ابن عدی تصانیف طحاوی، تصانیف واقدی، کتب خطیب بغدادی

(فوائد جامعہ / عجالہ نافعہ ص ۳۶)

۳- تدوین حدیث کے ادوار

پہلا دور / تدوین حدیث کا سلسلہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس سے ہی شروع ہو گیا تھا۔ اس دور میں مندرجہ ذیل احادیث کے نسخے وجود میں آئے۔

① صحیفہ حضرت عبد اللہ بن عباس (تعداد روایات ۲۶۶۰)
② مرویات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تحریری ذخیرہ (" " ۲۲۱۰)
③ مرویات حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا تحریری ذخیرہ (" " ۱۶۳۰)
④ صحیفہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ (" " ۱۵۴۰)
⑤ صحیفہ حضرت انس رضی اللہ عنہ
⑥ صحیفہ حضرت عبد اللہ بن عمر بن العاص (صحیفہ صادقہ)
⑦ صحیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ
⑧ صحیفہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ
⑨ صحیفہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ

(۱۰) صحیفہ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ
(۱۱) حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کی مرویات جو آپ کے شاگردوں نے جمع کیں ان کے قلمی نسخے برلن اور دمشق کے کتب خانوں میں موجود ہیں البتہ باقاعدہ تدوین حدیث کا کام ابن جریج رضی اللہ عنہ سے شروع ہوا پھر امام مالک رضی اللہ عنہ نے موطا کو تحریر کیا پھر خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے ۱۰۱ھ میں سرکاری طور پر حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمع کرنے کا حکم صادر کیا

۴- صحیح احادیث

اِنَّ جُمْلَةَ اَحَادِيثِ الْمُسْتَنَدَةِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمْ یعنی الصحیحة بِلَا تَکْرَارٍ اربعة آلاف واربعة مائة (توضیح الافکار صہ ۶۳ از علامہ امیر یمانی)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب بلا تکرار تمام صحیح روایات کی تعداد چار ہزار اور چار سو ہے۔

۵- مشتبہ روایات

(۱) وہ روایات جو عقل رشید اور شریعت کے خلاف ہوں۔
(۲) وہ روایات جو مشاہدہ اور تجربہ کے خلاف ہوں
(۳) وہ روایات جو قرآن حکیم کے خلاف ہوں
(۴) وہ روایات جن میں معمولی گناہ پر سخت وعید ہو
(۵) وہ روایات جن میں معمولی عمل خیر پر اجر عظیم ہو
(۶) وہ روایات جن کا متن غیر فصیح ہو۔
(۷) وہ روایات کہ جن کا راوی کسی ایسے راوی سے روایت کرے کہ جس کے ساتھ ملاقات ثابت نہ ہو

(۸) وہ روایات کہ جن کی تکذیب مسلمانوں کا ایسا جم غفیر کر رہا ہو کہ جو غلط حکم پر کبھی جمع نہ ہو سکتا ہو

(۹) وہ روایات کہ جن میں کوئی ایسا راوی ہو جس کے متعلق زندگی میں ایک مرتبہ جھوٹ ثابت ہو چکا ہو

(۱۰) وہ روایات کہ جن کے متعلق خود واضع حدیث (من گھڑت حدیثیں بیان کرنے والا شخص)، اعتراف کرے کہ یہ روایات میری کرشمہ سازی کا نتیجہ ہیں، میں نے خود بنائی ہیں

۶۔ ادا، حدیث کے طریقے

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیان کرنے کے لیئے جو الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں ان کی تفصیل اور مقام ورود ملاحظہ ہو۔

(۱) (الف) سَمِعْتُ
(ب) حَدَّثَنِي

جب راوی مذکورہ الفاظ کے ساتھ روایت بیان کرے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ راوی نے اپنے استاد سے اس روایت کو خود سنا

(۲) (الف) أَخْبَرَنِي
(ب) قَرَأْتُ عَلَيْهِ

مذکورہ الفاظ کے ساتھ روایت بیان کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ راوی (شاگرد) نے اس روایت کو اپنے استاد کو پڑھ کر سنایا۔

(۳) قُرِئَ عَلَيْهِ وَأَنَا أَسْمَعُ

مذکورہ الفاظ کے ساتھ روایت بیان کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ تلامذہ (راویوں) میں سے ایک شخص نے اپنے استاد کو حدیث پڑھ کر سنائی اور دوسروں نے اسے سماعت کیا اب سننے والے افراد جب اس روایت کو آگے بیان کریں گے تو کہیں گے۔ قُرِئَ علی فلان وَأَنَا أَسْمَعُ

④ اَنْبَأَ (اس میں دو مذہب ہیں،

(الف) یہ کہ اَنْبَأَ اور اَخْبَرَ لغوی اور اصطلاحی اعتبار سے مترادف ہیں

(ب) یہ الفاظ شیخ (استاد) کی طرف سے راوی (شاگرد) کے لیے روایت کرنیکی اجازت پر محمول ہوں گے

⑤ شَافَهَنِي بِالْإِجَازَةِ

مذکورہ الفاظ کے ساتھ روایت بیان کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ شیخ نے اپنے شاگرد کو حدیث پڑھ کر خود سنائی ہے یا اس سے پڑھوائی ہے پھر روایت بیان کرنے کی اجازت دی۔

⑥ كَتَبَ إِلَيَّ بِالْإِجَازَةِ

مذکورہ الفاظ کے ساتھ راویت بیان کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ شیخ نے اپنے شاگرد کو روایت لکھ دی اور پھر آگے روایت کرنے کی اجازت دی

⑦ نَاوَلَنِي

مذکورہ الفاظ کے ساتھ روایت بیان کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ شیخ نے اپنی اصل کتاب یا کوئی کاپی شاگرد کو پیش کی یا جب شاگرد نے استاد کی احادیث پر مشتمل کتاب یا کاپی استاد کے سامنے پیش کی تو استاد صاحب نے فرما دیا ہو کہ "یہ روایات میں نے فلاں شخص سے روایت کی تھیں تم میری طرف سے انہیں روایت کرنے کے مجاز ہو

○ شرائط مناولت

(الف) یہ کہ محدث (استاد) شاگرد (راوی) کو آگے روایت کرنے کی اجازت دے

(ب) - یہ کہ محدث حدیث کی کتاب کو شاگرد کی تحویل میں تمیلکا یا عاریتًا اتنا عرصہ ضرور دے کہ وہ لکھ کر اصل اور نقل کے درمیان مطابقت دے سکے

⑧ عَنْ

مذکورہ لفظ شیخ کی طرف سے روایت کرنے کی اجازت پر دلالت کرتا ہے کہ اس کی مندرجہ ذیل چار صورتیں ہیں

(الف) غیر مدلس کا عنعنہ (جبکہ مروی عنہ کے ساتھ ملاقات اور عدم ملاقات کا علم نہ ہو)
اگر مدلس راوی (ایسا شخص جو روایت بیان کرتے ہوئے اپنے شیخ کا ذکر حذف نہ کرتا ہو)
اپنے ہم عمر شخص سے بہ لفظ "عن" روایت کرے تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ اس نے یہ حدیث
اپنے استاد سے سُنی ہے یعنی ایسی صُورت میں اس روایت کو استاد سے سماع پر محمول کیا
جائے گا

(ب) غیر مدلس کا عنعنہ (جبکہ راوی کی مروی عنہ سے ملاقات ثابت نہ ہو)
اگر غیر مدلس راوی اپنے معاصر سے بہ لفظ "عن" روایت کرے اور اس کی مروی عنہ کے ساتھ
ملاقات ثابت نہ ہو تو اس روایت کو سماع پر محمول نہ کیا جائے گا بلکہ ایسی روایت مرسل خفی
شمار ہوگی۔

(ج) مدلس معاصر کا عنعنہ

جب مدلس راوی اپنے ہم عصر سے بہ لفظ "عن" روایت کرے تو یہ اندازِ روایت عدم
سماع پر محمول ہوگا اور اس حدیث کو مُدلّس قرار دیا جائیگا۔

(د) مدلس غیر معاصر کا عنعنہ

جب مدلس راوی کسی غیر معاصر سے بہ لفظ "عن" روایت کرے تو اس روایت کو
حسب قرائن مرسل، منقطع یا مردود قرار دیا جائے گا

۷۔ اقسام حدیث

احادیث کے معیار کو پرکھنے کے لیئے تائیدِ الٰہی کے ساتھ چیتے کی آنکھ چاہیے۔
محدثین کرام نے چند خصوصیات کو احادیث کو پرکھنے کا معیار قرار دیا ہے جن روایات میں
وہ خصوصیات کامل انداز میں ہوں گی وہ روایات بہ نسبت ان روایات کے اعلیٰ درجے کی ہوں
گی جن میں یہ خصوصیات بدرجہ اتم موجود نہ ہوں گی اور وہ خصوصیات یہ ہیں

۱۔ راوی کا عادل ہونا ۲۔ ضابط ہونا ۳۔ سند کا متصل ہونا ۴۔ مضمون میں علت نہ ہونا
۵۔ شذوذ نہ ہونا

مذکورہ صفات کے حوالے سے ابتداءً تو احادیث کی دو قسمیں بیان کی جاتی تھیں۔

(۱) صحیح (۲) ضعیف لیکن امام ترمذی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے احادیث کو تین حصّوں میں تقسیم کیا
(۱) صحیح (۲) حسن (۳) ضعیف (مجموع فتاوی احمد بن تیمیہ جلد ۱۸ ص ۲۵)
چنانچہ مذکورہ صفات کی روشنی میں احادیث کی اقسام ملاحظہ ہوں۔

① صَحیح لِذاتِہ

وہ روایت ہے جس میں قبولیت کی مندرجہ ذیل شرائط کامل درجہ کی ہوں
(۱) راوی کا عادل ہونا (۲) ضابط ہونا (۳) سند کا متصل ہونا (۴) مضمون میں علت نہ ہونا (۵) شذوذ نہ ہونا

② صحیح لِغَیرِہ

وہ روایت ہے جس میں قبولیت کی چار شرائط تو اعلیٰ درجہ کی ہوں البتہ راوی کا ضابط ہونا قدرے کم درجہ کا ہو لیکن یہ معمولی سی کمزوری کثرت طُرق سے پوری ہو جائے۔

③ حسن لِذاتِہ

وہ روایت ہے جس میں شرائط قبولیت میں سے شرط ضبط کی کمی ہو (یعنی تمام راوی یا بعض راوی ضابط تو ہوں لیکن پھر بھی ضبط میں کچھ نہ کچھ کمی ہو) اور سلسلہ سند فقط ایک ہی ہو اس میں تعدد نہ پایا جائے

④ حسن لِغیرہ

وہ روایت ہے کہ جس میں تمام راوی یا بعض راوی مستور الحال ہوں اور انکی اہلیت کا تحقق نہ ہو سکے یا جس روایت کے تمام راوی یا بعض راوی صادق و امین تو ہوں (یعنی اُن میں عدالت مجروح کرنے والے نقائص جیسے کذب علی الرسُول، عمومی گفتگو میں جھوٹ بولنا، اور فسق و فجور جیسی قباحتیں موجود نہ ہوں) لیکن ان راویوں میں حفظ و ضبط کو مشکوک بنانے والی خرابیاں موجود ہوں جیسے غفلت، کثرتِ غلط، سوءِ حفظ، اختلاط و وہم وغیرہ[1] تو ایسی روایات کا جب کوئی مشاہد یا متابع پایا جائے تو یہ روایت حسن لغیرہ بن جاتی ہے۔

---

[1] ان امور کی مکمل وضاحت میری کتاب "حدیث نبوی کی تشریعی حیثیت" میں ملاحظہ ہو۔

○ غرض یہ کہ "حسن لغیرہ" روایت ہوتی تو ضعیف ہے لیکن متابع اور مشاہد کی موجودگی اس کے لیئے تقویت کا باعث بنتی ہے

○ صحیح میں ضبط تام ہوتا ہے جبکہ حسن روایت میں نفسِ ضبط ہوتا ہے۔

۸۔ متابعت و شاہد

متابعت : جب ایک استاد کے متعدد شاگرد ہوں اور ان میں سے صرف ایک شاگرد اپنے استاد کے حوالہ سے روایت کرتا ہے جبکہ دوسرے شاگرد خاموش رہتے ہیں تو سمجھا جائے گا کہ روایت بیان کرنے میں یہ شاگرد اکیلا ہی ہے اور اس کی بیان کردہ روایت کو غریب اور فرد نسبی کہا جائے گا

○ لیکن بعد میں مزید تحقیق و جستجو کے ساتھ یہ ثابت ہوجائے کہ یہ شاگرد اپنے استاد کے حوالہ سے روایت ، بیان کرنے میں اکیلا نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا ہم استاد بھی روایت بیان کرنے میں موافقت رکھتا ہے۔ اس موافقت اور ہمنوائی کا نام "مُطابعت" ہوگا چنانچہ دوسرے شاگرد کو پہلے کا متابع کہیں گے

○ خلاصہ یہ ہوا کہ کسی مفروضہ غریب یا فرد نسبی روایت کے تفرد کو ختم کرنے والی روایت کے موافقت کرنے کا نام "متابعت" ہے۔

○ مشاہد ۔ اگر کسی غریب روایت کو کسی دوسرے صحابی کے واسطہ سے ایسا متن (نفسِ مضمون)، مل جائے جو لفظاً اور معناً یا صرف معناً اس روایت سے مشابہت رکھتا ہو اس دوسرے راوی کے متن کو شاہد کہیں گے۔

۹۔ خیر القرون

سب سے آخری صحابی ابو الطفیل عامر بن وائلہ اللیثی تھے جو ۱۱۰ھ میں مکہ مکرمہ میں انتقال فرما گئے۔ تابعین کا آخری زمانہ ۱۵۰ھ اور تبع تابعین کا آخری زمانہ ۲۲۰ھ ہے۔

⑩ موضوع حدیث کی پہچان کے اصول

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۲۳۹ھ نے اپنے رسالہ "عجالہ نافعہ" کے آخر میں وضع حدیث اور اس کے اسباب پر ایک مختصر سا مضمون قلم بند کیا ہے جس کا ترجمہ ہم قارئین کی خدمت میں پیش کیے دیتے ہیں۔ تاکہ قارئین کرام یہ معلوم کریں کہ محدثین کرام نے حدیث کی حیثیت معلوم کرنے کے لیے کون کون سے اصول وضع کیے۔ جن کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہر روایت پر غور کرکے اس کی حقیقت معلوم کی جا سکتی ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

واضح رہے کہ حدیث کے موضوع اور راوی کے جھوٹے ہونے کی چند علامات ہیں۔

① راوی تاریخ مشہورہ کے خلاف روایت کرے مثلاً وہ روایت کہ جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ حضرت عبداللہ رضؓ بن مسعود جنگ صفین میں شریک ہوئے۔ حالانکہ حضرت عبداللہ رضؓ حضرت عثمان رضؓ کے عہد خلافت میں انتقال فرما چکے تھے۔ یہ شعر بھی اسی نوعیت کا ہے ؎

در جمل چوں معاویہ رضؓ بگریخت خون خلقے بسے بہ بیہدہ ریخت

یعنی جنگ جمل میں جب معاویہ نے فرار اختیار کیا تو بہت سی مخلوق کا خون بے کار بہا۔ (حالانکہ جنگ جمل میں امیر معاویہ رضؓ یا ان کا کوئی ساتھی شریک نہ تھا) اس قسم کی من گھڑت روایتیں معمولی غور و فکر اور ذرا سی تاریخی جستجو سے پہچانی جا سکتی ہیں۔

② اگر راوی رافضی ہو، اور وہ صحابہ پر طعن کے متعلق حدیث روایت کرے یا ناصبی ہو (یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضؓ کا دشمن ہو اور وہ اہل بیت کے طعن کے سلسلہ میں روایت کرے۔ ایسی روایت موضوع ہوگی)

③ راوی ایسی حدیث روایت کرے، جس کا جاننا اور اس پر عمل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہو لیکن اس کے باوجود اس راوی کے علاوہ کوئی دوسرا روایت نہ کرتا ہو۔ تو یہ حدیث کے موضوع ہونے اور راوی کے جھوٹے ہونے کا قرینہ ہوگا۔

④ وقت اور حالت ہی راوی کے جھوٹے ہونے کی دلیل ہو، جیسے غیاث بن میمون

کا واقعہ کہ وہ خلیفہ مہدی عباسی کی مجلس میں حاضر ہوا، اور مہدی اس وقت کبوتر اڑا رہا تھا۔ غیاث نے یہ صورت دیکھ کر یہ حدیث بیان کی۔

لَاسَبَقَ اِلَّافِيْ خُفٍّ اَوْنَصْلٍ اَوْحَافِرٍ اَوْ جَنَاحٍ۔	گھڑ دوڑ، تیر اندازی، اونٹ دوڑانے اور پرندے اڑانے میں کوئی گناہ نہیں۔

اس غیاث بن میمون نے خلیفہ مہدی کو خوش کرنے کے لیے "او جناح" کا لفظ اپنی جانب سے بڑھا دیا۔ ورنہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں پرندوں کا کوئی ذکر نہ تھا۔

(۵) روایت عقل و شریعت کے متقضیٰ کے خلاف ہو اور قواعد شرعیہ اس کی تکذیب کرتے ہوں جیسے قضائے عمری یا اسی قسم کی اور باتیں، یا جیسے یہ روایت۔

لَاتَاْكُلُوا الْبِطِّيْخَ حَتّٰى تَذْبَحُوْهَا	تربوز کو ذبح کئے بغیر نہ کھاؤ۔

(۶) ایسا حسی واقعہ ہو کہ اگر فی الواقع وہ پیش آتا تو سینکڑوں اور ہزارہا انسان اسے دیکھتے اور نقل کرتے۔ اس کے باوجود اس واقعہ کا تنہا صرف ایک راوی ہو، اور کوئی اسے روایت کرنے والا نہ ہو۔ مثال کے طور پر ایک شخص یہ روایت کرے کہ آج بروز جمعہ خطیب مسجد کو بر سر منبر قتل کرکے اس کی کھال اتار لی گئی۔ اور یہ وقوعہ تمام نمازیوں کے سامنے پیش آیا۔ لیکن ایک شخص کے علاوہ کوئی شخص اسے بیان نہ کرتا ہو۔

(۷) روایت کے الفاظ اور معنی رکیک ہوں مثلاً ایسے الفاظ سے روایت کرے جو بلحاظ قواعد عربیہ درست نہ ہوں۔

(۸) صغیرہ گناہ سے ڈرانے کے لیے حد سے زیادہ مبالغہ کیا گیا ہو۔ یا معمولی سے عمل پر حد سے زیادہ ثواب کا مستحق قرار دیا جائے مثلاً"

مَنْ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فَلَهٗ سَبْعُوْنَ اَلْفَ دَارٍ وَفِيْ كُلِّ دَارٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ بَيْتٍ فِيْ فِيْ كُلِّ بَيْتٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ سَرِيْرٍ عَلٰى كُلِّ سَرِيْرٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ جَارِيَةٍ	جو دو رکعتیں پڑھے گا اس کے لیے ستر ہزار گھر، ہر گھر میں ستر ہزار کمرے، ہر کمرے میں ستر ہزار تخت اور ہر تخت پر ستر ہزار لونڈیاں ہوں گی۔

اس قسم کی حدیثیں خواہ ثواب کے متعلق ہوں یا عذاب کے، انہیں جعلی اور موضوع

سمجھنا چاہیئے۔

(٩) معمولی سے عمل پر حج وعمرہ وغیرہ کے ثواب کی امید دلانا۔

(١٠) نیک کام کرنے والوں کو یہ خوشخبری سنانا اور اُن سے یہ وعدہ کرنا کہ انہیں فلاں کارِ خیر پر انبیاء علیہ السّلام جیسا ثواب دیا جائے گا۔ یا ستر انبیاء کا ثواب ملے گا۔ یا اسی قسم کی اور بہت سی باتیں بیان کرنا۔

(١١) راوی نے احادیث وضع کرنے کا خود اقرار کیا ہو جیسے نوح بن ابی عصمہ المتوفی ١٧٣ھ نے اقرار کیا۔ کہ اس نے قرآن کی ہر سورت کی فضیلت میں احادیث وضع کیں۔ اور انہیں رواج اور شہرت دی۔ جیسا کہ "تفسیر بیضاوی" میں ہر سورت کے آخر میں اس کے فضائل کو بیان کیا ہے۔

جب نوح بن ابی عصمہ کو پکڑا گیا اور اس سے سند کے سلسلہ میں پوچھ گچھ کی گئی تو اس نے اعتراف کیا کہ ان حدیثوں کے وضع کرنے سے میرا مقصود نیک تھا۔ کیونکہ میں نے جب یہ دیکھا کہ لوگ قرآن کو چھوڑ کر ابوحنیفہ کی فقہ اور محمد بن اسحاق کی تاریخ میں مشغول ہیں تو لوگوں کو ترغیب دینے کی غرض سے میں نے یہ روایات وضع کیں تاکہ لوگ قرآن کی طرف متوجہ ہوں اور ان فرضی ثوابوں کی تمنا میں تلاوت قرآن اور اس کے درس میں مشغول ہوں۔ حالانکہ موصوف کا یہ بہانہ سخت ترین گناہ تھا۔ کیونکہ فضائل قرآن کے سلسلہ میں جو صحیح احادیث پائی جاتی ہیں۔ ترغیب کے لیئے وہی کافی تھیں۔

اسی طرح تمباکو نوشی، حقہ نوشی اور قہوہ کی ممانعت میں بہت سی روایات گھڑ لی گئیں۔ جن کے الفاظ اور معانی کی رکاکت ظاہر و آشکارا ہے۔

واضعین حدیث کچھ کم نہیں گزرے۔ جس طرح واضعین بکثرت ہیں۔ اسی طرح وضع حدیث سے ان کی اغراض بھی مختلف ہیں۔ مثلاً فرقہ زنادقہ ان کے پیشِ نظر شریعت کو باطل کرنا اور دین کا مذاق اڑانا تھا۔ چنانچہ ابن الراوندی (جو ایک یہودی کی اولاد تھا اور اللہ تعالیٰ جلّ مجدہٗ کا منکر تھا۔ اس نے اسلام کی رد میں متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ جنہیں بعد میں صوفیاء نے تصوّف کا لبادہ پہنا دیا (اور اس کی کتابیں تصوف و

معرفت کی کتابیں بن گئیں) اس نے یہ حدیث بھی وضع کی تھی۔

اَلْبَاذَنْجَانُ لِمَا اُكِلَ لَهٗ — بینگن ہر مرض کی شفا کیلئے کھایا جائے

اس روایت سے اس کی غرض شریعت کا مذاق اڑانا، اور مندرجہ ذیل دو حدیثوں

اَلْقُرْاٰنُ لِمَا قُرِئَ لَهٗ — قرآن جس کام کے لیئے پڑھا جائے

مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهٗ — آب زمزم جس کام کے لیئے پیا جائے

کا مذاق اُڑانا تھا۔

علماء کا قول ہے کہ زنادقہ کی وضع کردہ چودہ ہزار احادیث مشہور ہو چکی ہیں۔ یہ خواہشات کے بندے محض اپنے مذہب کی اعانت اور مخالف کے مذہب پر طعن کرنے کے لیئے اس فعل کے مرتکب ہوئے ہیں۔ رافضی، ناصبی اور کرامیہ تو اس عمل میں سب پر سبقت لے گئے۔ خارجی، زیدی اور معتزلہ تو پھر بھی اس امر قبیح کے اس قدر مرتکب نہیں ہوئے۔

واضعین حدیث

○ واضعین حدیث کا پہلا گروہ وہ ہے جو علم حدیث سے مس نہ رکھتا تھا۔ اس نے جب یہ دیکھا کہ محدثین کو نہایت قدر و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور ان کی بڑی عزت کی جاتی ہے۔ تو ان کے دل میں محدث بننے کی خواہش پیدا ہوئی۔ اس لیئے انہوں نے احادیث وضع کرنی شروع کیں۔ جیسے ابو البختری وھب بن وھب القاضی، سلیمان بن عمرو نخعی، حسین بن علوان اور اسحاق بن نجیح وغیرہ۔ اس جماعت کے بیشتر علماء وعظ و نصیحت میں مشغول رہے۔

○ واضعین حدیث کا دوسرا گروہ وہ ہے جو زہد و عبادت اور دیانت میں مشہور تھا۔ انہوں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا آئمہ کرام سے کوئی بات سنی۔ تو انہوں نے اپنے خواب پر یقین کرتے ہوئے اس بات کو مبہم روایت کر دیا اور خواب کا ذکر ترک کر دیا۔ لوگوں نے سمجھا کہ واقعتاً یہ حدیث ظاہر سند کے ذریعہ ان تک پہنچی ہے۔

چنانچہ ابوعبدالرحمان سلمی اور دُوسرے صوفیار کو حدیث کا ذوق نہ رکھتے تھے۔ اسی عیب سے متہم کیا گیا ہے۔ اور ان کی روایت کو ناقابل اعتبار قرار دیا گیا ہے۔

○ واضعین حدیث کا تیسرا گروہ خلفار و سلاطین اور امرار کے ان مصاحبین کا ہے۔ جنہوں نے محض ان کی دلجوئی کے لیئے حدیثیں وضع کیں۔ اور دین کو دنیا کے بدلے بیچا۔

○ واضعین حدیث کا چوتھا گروہ وہ ہے جس نے بلا ارادہ بھی احادیث وضع کیں جس کی صورت یہ ہوئی کہ انہوں نے کسی تجربہ کار شخص یا کسی صوفی یا حکمار سابقین میں سے کسی کا کوئی کلام سنا اور پھر اپنی غفلت اور بھول سے اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کر دیا۔ یہ سوچتے ہوئے کہ ایسی حکمت کی بات سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور کوئی نہیں کہہ سکتا۔ اس فرقہ کی کوئی حد و نہایت نہیں ہے۔ بیشتر عوام اسی مرض میں مبتلا ہیں۔

اس رسالہ میں جو کچھ ذکر ہوا ہے وہ بطور نمونہ کافی ہے۔ ورنہ ان مطالب کی تفصیل کے لیئے ایک دفتر درکار ہے۔ اس علم کی ضروریات ہر طرف اور ہر جگہ پائی جاتی ہیں لیکن صحیح و ضعیف میں تمیز، ذہن کی استقامت، طبیعت کی سلامتی اور خطا کی طرف مائل نہ ہونا اور ادنیٰ سی تنبیہ سے راہ صواب اختیار کرنا ایک بڑی نعمت ہے۔ حق تعالیٰ ہم کو ان اُمور سے بہرہ مند فرمائے۔ ورنہ علم اور موادِ علم تو بہت ہے۔ لیکن جو چیزیں کمیاب ہیں وہ یہی اُمور ہیں۔

۱۱۔ راویوں کے اسمار کی تحقیق و ضبط

احادیث کے بعض راویوں کے اسمار کو صحیح پڑھنے کے لیے "عجالۂ نافعہ" کے حوالہ سے چند قواعد ذکر کیے جاتے ہیں ملاحظہ ہوں۔

○ **سلام:** حدیث کی کتابوں میں ہر جگہ لفظ سلّام کو لام کی تشدید کے ساتھ پڑھنا چاہیئے مگر پانچ جگہ لام مشدّد نہیں ہے:

(۱) عبداللہ بن سلام کے والد کا نام "سلام" ہے جو علمار یہود میں زبردست عالم تھے حضور کے مدینہ تشریف لانے کے بعد ایمان لائے اور دنیا ہی میں جنتی ہونے کی خوشخبری سُنی۔

(۲) محمد بن سَلام بیکندی کے والد جو امام بخاریؒ کے استاد تھے۔ بیکند، بَ کے زیر اور یٓ کے سکون کے ساتھ ہے، یہ تاشقند کی طرح ایک بستی کا نام ہے اور بخارا کے مضافات میں سے ہے۔

(۳) سَلام بن محمد بن ناہض المقدسی، یہ صحاح ستہ کے راویوں میں سے نہیں، لیکن حافظ ابو طالب اور طبرانی نے ان سے روایت کی ہے اور ان کو سلّامہ کے نام سے یاد کیا ہے۔

(۴) محمد بن عبدالوہاب بن سَلام مغربی معتزلی کا دادا یہ بھی صحاح ستہ کے راویوں میں سے نہیں ہے۔

(۵) سلام بن ابی الحقیق جو یہودی تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑی دشمنی اور عداوت رکھتا تھا، اس کی شرارت اور فساد کا ذکر بہت سی حدیثوں میں آیا ہے۔

اِن پانچ ناموں کو تخفیفِ لام کے ساتھ پڑھنا چاہیئے۔

○ **عمارہ** جس جگہ بھی ہوگا عین مہملہ کے پیش کے ساتھ ہوگا، "ابی بن عمارہ صحابیؓ کے والد کا نام عین کے زیر کے ساتھ ہے۔

○ **کریز** جہاں بھی کاف کے زبر سے آتے وہ قبیلۂ خزاعہ میں سے ہے اور جہاں کاف

کے پیش کے ساتھ آئے گا اور مصغر ہوگا وہ قبیلۂ عبد شمس سے ہے، یعنی جس کا نام کریز ہے اس کا نصب دیکھنا چاہیئے اگر خزاعی ہے تو وہ کاف کے زبر کے ساتھ ہے اور عبشمی (قبیلۂ عبد شمس سے) ہے تو اس کو کُریز پڑھنا چاہیئے۔

⊙ حزام: اگر اس نام کا راوی قرشی ہے تو اس کو زائے معجمہ اور حائے مہملہ کے زیر کے ساتھ پڑھنا چاہیئے اور اگر انصاری ہے تو حائے مہملہ کے زیر اور زائے مہملہ کے ساتھ پڑھنا چاہیئے۔

⊙ عسل: ہر جگہ عین مہملہ اور سین مہملہ کے زیر کے ساتھ ہے، مگر عسل بن ذکوان الاخباری البصری عین اور سین مہملہ کے زیر کے ساتھ ہے۔ البتہ یہ صحیحین کے کے راویوں میں سے نہیں ہے۔

⊙ غَنّام: ہر جگہ غین معجمہ اور نون مشدد پر زبر کے ساتھ ہے مگر عثّام بن علی العامری الکوفی عین مہملہ اور ثائے مثلثہ کی تشدید کے ساتھ ہے اور پہلی قسم سے حضرت غنّام بن اوس رضی صحابی بدری کا نام ہے۔

⊙ قمیر: ہر جگہ قمر کی تصغیر ہے اور مرد کا نام ہے مگر قُمیر مسروق بن الاجدع کی بیوی اور عمرو کی بیٹی کا نام ہے اس کو طویل کے وزن پر پڑھنا چاہیئے۔

⊙ مسور: ہر جگہ اسم آلہ مِضرَبٌ کے وزن پر ہے مگر دو راویوں کا نام جن میں سے ایک مُسَوَّر بن یزید صحابی اور دوسرے مُسَوَّر بن عبد الملک الیربوعی ہیں ان دونوں کو محمد کے وزن پر پڑھنا چاہیئے۔

⊙ یسّار: موطا اور صحیحین میں جہاں بھی یسار آئے گا تو اس کو سین مہملہ سے پہلے یائے تحتیہ کے ساتھ پڑھنا چاہیئے مگر محمد بن بشار کا نام موحدہ اور شین معجمہ کے ساتھ ہے اور موصوف امام بخاری اور امام مسلم کے استاد ہیں۔

⊙ بشر: موطا اور صحیحین میں جہاں لفظ بشر آئے، اس کو بائے موحدہ کے زیر اور شین معجمہ کے ساتھ پڑھنا چاہیئے مگر چار راویوں کے نام بائے موحدہ کے پیش اور سین مہملہ کے ساتھ وارد ہیں۔

(۱) عبداللہ بن بُسرؓ صحابی ۔(۲) بُسر بن سعید (۳) بُسر بن عبید اللہ خضرمی ۔ (۴) بُسر بن محجن ۔

ان تینوں کتابوں میں جہاں بھی لفظ بشیر جو بشارت بمعنی خوشخبری سے ماخوذ ہے اس کو طویل کے وزن پر پڑھنا چاہیئے، مگر چار راویوں کے نام مصغر آئے ہیں ۔ ان میں سے دو بشیر بن کعب عدوی اور بشیر بن یسار، شین معجمہ کے ساتھ ہیں اور دو سین مہملہ سے وارد ہیں جنہیں یائے تحتیہ کے ساتھ پڑھنا چاہیئے۔ یسیر بن عمرو اور دوسرے کو نون کے ساتھ پڑھنا چاہیئے، وہ قطن بن نسیر کے باپ کا نام ہے ۔

○ بـریـد : یزید کا ہمشکل لفظ جہاں آئے وہ زیادہ سے مضارع معروف غائب کا صیغہ ہے مگر تین راوی (۱) بُرَید بن عبداللہ بن ابی بردہ ، بائے موحدہ کے پیش اور رائے مہملہ کے فتح کے ساتھ ہے جو برد بمعنی اولہ کی تصغیر ہے ۔

(۲) محمد بن عرعرۃ بن البرند کے دادا کا نام ہے جو بائے موحدہ کے زیر اور رائے مہملہ اور نون ساکن کے ساتھ وارد ہے ۔ بعض محدثین دونوں (بار اور رار) پر فتح پڑھتے ہیں اور علی بن ہاشم بن البرید کے دادا کا نام بائے موحدہ کے زیر اور یائے تحتیہ کے زیر سے پڑھتے ہیں ۔

○ بـراء : جہاں بھی براء آئے اس کو مخفف پڑھنا چاہیئے اور اس کی بے کو مفتوح سمجھنا چاہیئے مگر دو راویوں کے نام (۱) ابو العالیہ البرّاء ، اور (۲) ابو معشر البرّاء کو با کے فتح اور رار کی تشدید سے پڑھنا چاہیئے ۔

○ حارثه : حارثہ کی شکل کے نام کو حائے مہملہ ، رائے مکسورہ اور ثائے مثلثہ مفتوحہ سے پڑھنا چاہیئے مگر چار جگہ جیم ، رار اور یائے تحتیہ کے ساتھ سمجھنا چاہیئے ۔

۱ ۔ جاریہ بن قدامہ ۔ ۲ ۔ یزید بن جاریہ ۔ ۳ ۔ عمرو بن سفیان بن اسید بن جاریہ
۴ ۔ الاسود بن العلاء بن جاریہ ۔

○ **جریر**: جریر کی صورت ہر جگہ جیم اور رائے مہملہ کی تکرار کے ساتھ سمجھنی چاہیئے مگر دو راویوں کے نام ایسے آئے ہیں جن کے پہلے حائے مہملہ اور زائے منقوطہ ہے۔

۱۔ حریز بن عثمان الرحبی جو کوفہ کے محلہ رحب کی طرف منسوب ہیں اور ۲۔ ابو حریز عبداللہ بن حسین جو عکرمہؓ سے راوی ہیں۔

○ **خراش**: خراش ہر جگہ خائے معجمہ کے ساتھ آیا ہے مگر ربعی بن حراش کے باپ کا نام حائے مہملہ سے وارد ہوا ہے۔

○ **حُصین**: حصین ہر جگہ مصغر ہے اور صاد مہملہ کے ساتھ ہے مگر ابو حَصِین عثمان بن عاصم، طویل کے وزن پر ہے اور حُضَین بن المُنذِر ابو ساسان بصیغہ تصغیر ضاد معجمہ کے ساتھ ہے۔

حازم ان تینوں کتابوں میں ہر جگہ حائے مہملہ اور زائے منقوطہ کے ساتھ ہے مگر ابو معاویہ محمد بن حازم کا باپ جو ضریر کوفی سے مشہور ہے اور اعمش کا شاگرد ہے وہ خائے معجمہ سے ہے۔

حَبّان بن منقذ اور محمد بن یحییٰ بن حبّان کا دادا اور حبّان بن واسع اور اس کا دادا نیز حبّان بن ہلال میں اس جگہ حاء پر زبر اور باء کو مشدد پڑھنا چاہیئے اور حِبّان بن عطیہ حبان بن موسیٰ اور حِبّان بن العرقہ میں حاء مکسورہ اور باء کو مشدد پڑھنا چاہیئے۔

○ **حبیب** کو ہر جگہ حائے مہملہ پر زبر اور بائے موحدہ پر زیر کے ساتھ سمجھنا چاہیئے یہ حُب اور محبّت سے طویل کے وزن پر ہے مگر تین جگہ خائے معجمہ کے پیش کے ساتھ مصغر سمجھنا چاہیئے جو خبابت بمعنی دانائی مصدر سے بنایا ہے۔

۱۔ خُبَیب بن عدی ۲۔ خبیب بن عبدالرحمٰن ۳۔ ابو خبیب حضرت عبداللہ بن الزبیر کی کنیت ہے۔

○ **حکیم** ہر جگہ حکمت سے طویل کے وزن پر پڑھنا چاہیئے مگر رزیق بن حُکَیم بن

عبداللہ اور حُکَیم بن عبداللہ حَکَم کی تصغیر ہے۔

○ رَبَاح ہر جگہ بائے موحدہ اور رآء کے زیر کے ساتھ ہے، مگر ابوقیس زیاد بن ریاح کے باپ کا نام یائے تحتیہ اور رآء کے زیر کے ساتھ ہے۔

○ زُبَید، اس کو صحیحین میں زائے منقوطہ کے پیش اور بائے موحدہ کے زبر کیساتھ پڑھنا چاہیئے۔ یہ زبد بمعنی مکھن کی تصغیر ہے اور موطا میں زُبید پڑھنا چاہیئے جو مشہور نام زَید کی تصغیر ہے۔

○ سُلیم ان تینوں کتابوں میں ہر جگہ تصغیر کے صیغہ کے ساتھ وارد ہے مگر سَلیم بن حیان طویل کے وزن پر ہے۔

سَلْم ہر جگہ سین کے زبر اور لام کے سکون کے ساتھ آیا ہے۔

○ شریح ہر جگہ شین معجمہ کے پیش اور آخر میں حائے مہملہ کے ساتھ آیا ہے، مگر تین راوی سین مہملہ اور جیم سے بھی وارد ہیں۔

۱۔ سُریج بن یونس ۲۔ سُریج بن النعمان۔ ۳۔ احمد بن ابی سُریج

○ سُلیمان ہر جگہ مشہور پیغمبر کا نام ہے، مگر چھ راوی: ۱۔ سلمان فارسی۔ ۲۔ سلمان بن عامر بن ضبی۔ ۳۔ سلمان بن الاغر۔ ۴۔ عبدالرحمٰن بن سلمان۔ ۵۔ ابوحازم، جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ ان کا نام بھی سلمان ہے۔ ۶۔ ابو رجار حضرت ابو قلابہ کا نام بھی سلمان ہے۔

○ سلمہ ہر جگہ زبر کے ساتھ وارد ہے مگر دو جگہ اس کو لام کے زیر کے ساتھ پڑھنا چاہیئے۔ ۱۔ عمرو بن سَلِمہ الجرمی جو بصرہ کی مسجد کا تھا اور ۲۔ بنو سَلِمہ جو انصار کا قبیلہ تھا۔ عُبَیدہ ہر جگہ مصغر آیا ہے مگر چار جگہ:

۱۔ عَبیدہ بن سلمانی جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے۔ ۲۔ عبیدہ بن حمید ۳۔ عبیدہ بن سفیان۔ ۴۔ عامر بن عبیدۃ الباہلی مصغر نہیں ہیں۔

○ عُبادہ ہر جگہ عین کے پیش اور بائے موحدہ کے ساتھ ہے۔ مگر محمد بن عبادہ الواسطی جو امام بخاری کے استاد ہیں، وہ عین کے زبر کے ساتھ ہیں۔

○ عبدہ ہر جگہ عین کے زیر اور بائے موحدہ کے سکون سے ہے مگر عامر بن عبدہ جو صحیح مسلم کے خطبہ میں وارد ہے اس کو عین اور بیاء دونوں پہ زبر کے ساتھ پڑھنا چاہیئے، اور اس طرح نخالہ بن عبدہ بھی ہے۔

○ عبّاد ہر جگہ عین کے زبر اور بائے موحدہ کی تشدید کے ساتھ وارد ہے مگر قیس بن عُبَاد عین کے پیش اور بائے موحدہ کی تخفیف کے ساتھ آیا ہے۔

○ عَقِیل عین کے زبر اور قاف کے زیر کے ساتھ آیا ہے مگر تین راوی مصغر وارد ہیں۔ ۱۔ زہری کے شاگرد عُقَیل بن خالد ۔ ۲۔ یحییٰ بن عُقَیل ۔ ۳۔ بنو عقیل مشہور قبیلہ ہے۔

○ واقد ہر جگہ قاف کے ساتھ ہے۔

نضر اگر لام تعریف کے ساتھ آئے تو ضاد معجمہ سے پڑھنا چاہیئے، جیسے ابی النضر اور النضر بن الحارث اور اگر بغیر لام تعریف کے ساتھ آئے تو صاد مہملہ سے پڑھنا چاہیئے یہ اصطلاحی فرق ہے جو کتابت میں امتیاز کی غرض سے اختیار کیا گیا ہے جیسے عُمَر اور عمرو میں کیا ہے۔

○ عُبَید اور حُمَید ہر جگہ مصغر ہے۔

○ اَیلی، ایلہ کی طرف منسوب ہے جو حدودِ شام میں ایک شہر ہے یہ ہمزہ کے زبر اور یائے تحتیہ کے سکون اور لام کی تخفیف کے ساتھ وارد ہوا ہے یہ اس صورت میں اُبلی سے جو اُبلہ ہمزہ اور حائے موحدہ کے پیش اور لام مشدد سے مشتبہ ہو جاتا ہے لیکن صحیحین میں کوئی راوی اُبلی کی نسبت والا نہیں آیا ہے اور جو ہے بھی تو اس کی نسبت مذکور نہیں ہے، جیسے شیبان بن فروخ کہ ان سے امام مسلم نے روایت کی ہے مگر ان کی نسبت میں لفظ اُبلی ذکر نہیں کیا ہے۔

○ بزاز ہر جگہ دو زائے منقوطہ سے ہے یعنی کپڑا بیچنے والا۔ یہ بَزّ سے مشتق ہے جو کپڑے کے معنی میں آتا ہے۔ مگر دو راوی بزار ہیں۔ بزار عربی میں بزر فروش کو کہتے ہیں یعنی تخم فروش کو بولتے ہیں اور ایسے پیشے والے کو ہندی میں پنسار کہتے ہیں۔

○ البصری ہر جگہ بائے موحدہ کے ساتھ، شہر بصرہ کی طرف نسبت ہے مگر تین راوی نون سے وارد ہیں اور وہ ایک مشہور قبیلہ بنی نصر کی طرف منسوب ہیں:

۱۔ مالک بن اوس النصری۔ ۲۔ عبدالواحد بن عبداللہ النصری۔ ۳۔ سالم بن فلاں جو نصریین کا مولیٰ (غلام) ہے۔

○ الثوری ہر جگہ ثائے مثلثہ سے ہے مگر ابو یعلیٰ محمد بن الصلت التوزی جو تائے مثناۃ فوقانیہ اور تشدید واؤ کے ساتھ ہے توز کی طرف نسبت ہے جس کے آخر میں زائے منقوطہ ہے۔

○ جُرَیری ہر جگہ جیم کے ساتھ ہے اور مصغر ہے مگر یحییٰ بن ایوب جریری جیم کے زبر سے وارد ہے اور یحییٰ بن بشر حریری جو بخاری اور مسلم کے استاد ہیں، حائے مہملہ کے زبر سے آتے ہیں اور حریر (ریشم) کی طرف منسوب ہیں۔

○ السلمی ہر جگہ لام کے زبر سے آیا ہے اور محدثین ان راویوں کو جو انصار کے قبیلہ بنی سلمہ کی طرف منسوب ہیں لام کے زیر کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

○ الہمدانی ہر جگہ سکون میم کے ساتھ قبیلہ ہمدان کی طرف منسوب ہے لیکن ہمدان میم کے زبر کے ساتھ عراق عجم کے شہروں میں سے ایک شہر کا نام ہے اور صحیحین میں اس شہر کی طرف نسبت نہیں آئی ہے۔

○ جس جگہ بھی لفظ جمال آئے وہ جیم کے ساتھ ہے مگر موسیٰ بن ہارون الحمّال کے باپ کا نام حائے مہملہ کے ساتھ ہے۔

○ عبسی اس شکل سے اگر بصریوں کی سندوں میں آجائے تو اس کو عیشی پڑھنا چاہیئے۔ یہ عیش کی طرف نسبت ہے جو موت کی ضد ہے اور اگر کوفیوں کی سندوں میں آئے تو عبسی بائے موحدہ اور سین مہملہ سے پڑھا جائے اور اگر شامیوں کی سندوں میں آئے تو عنسی پڑھنا چاہیئے، یعنی بائے موحّدہ کے بجائے نون کے ساتھ پڑھیں۔

اس فن کی ایک پُر لطف بات یہ ہے کہ اگر کسی جگہ تصحیف (لفظی تغیّر) ہو جائے تو غلطی شمار نہیں ہوتی، جس طرح سے بھی پڑھ لیں ٹھیک ہے، جیسے عیسیٰ بن ابی

عیسیٰ الحنّاط اور مسلم حباط اگر ان دونوں کو گندم فروشی کے اعتبار سے حنّاط پڑھیں تو بھی ٹھیک ہے۔ اور اگر حبط فروشی کی حیثیت سے حباط پڑھیں تو بھی صحیح ہے۔ حبط حائے مہملہ اور بائے موحدہ کے زیر کے ساتھ ببُول کے پتّوں کو کہتے ہیں جن کو چوپایوں کے لیے اکٹھا کر کے بیچتے ہیں۔ اور سلائی کے پیشہ کی طرف نسبت کے اعتبار سے اگر خیّاط پڑھیں تو بھی درست ہے کیونکہ ان دونوں راویوں نے یکے بعد دیگرے تینوں پیشے اختیار کیے تھے، لیکن اوّل میں حناط گندم فروشی کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہے اور دُوسرے میں حباط یعنی حبط فروش زیادہ معروف ہے۔
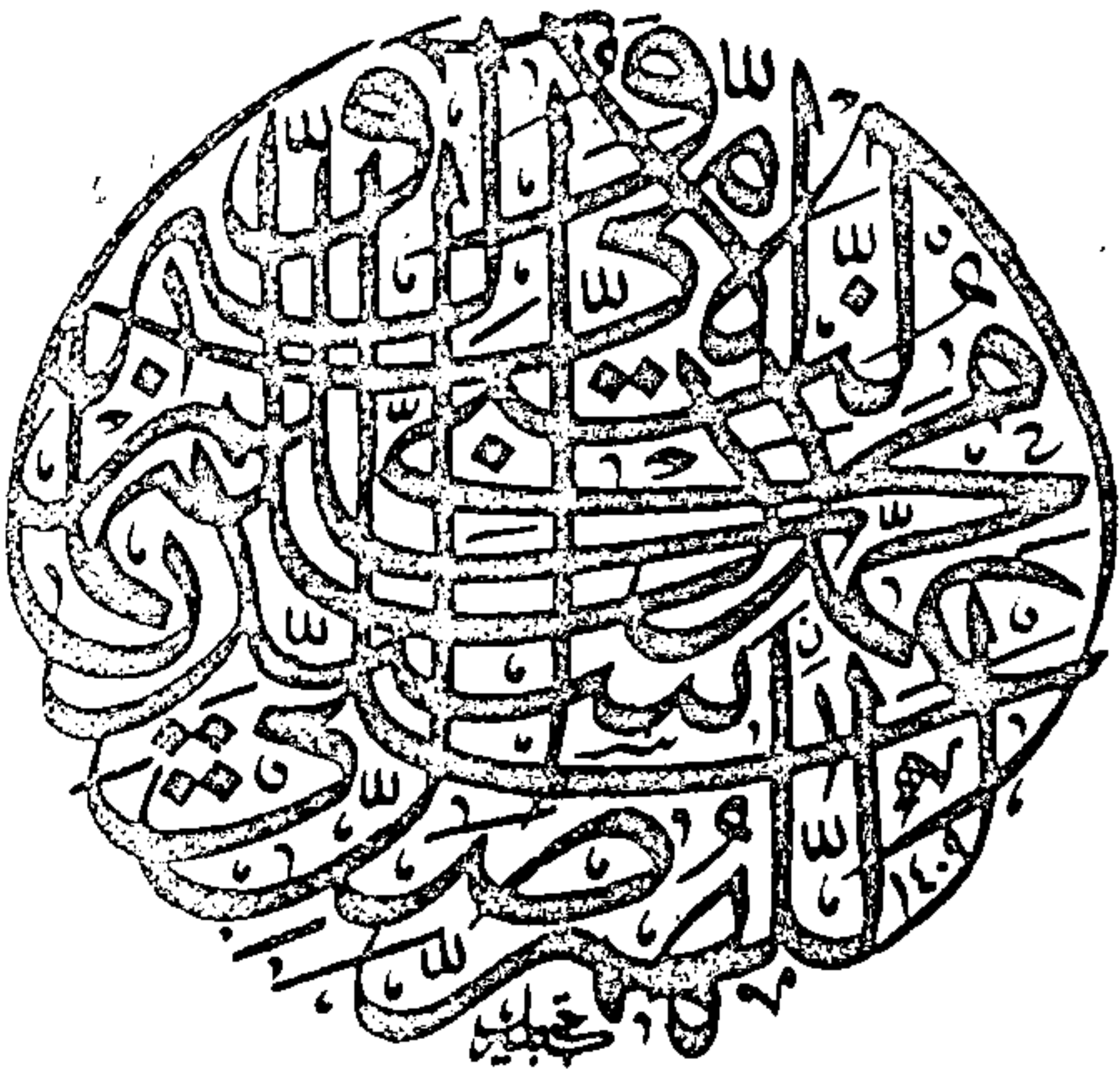
۱۲- اقسام کتب احادیث

۱- مُؤطّا

مُؤطّا کے لغوی معنی ہیں آسان، آراستہ، تیار، متوازن اور متفق علیہ۔

○ امام مالک نے احادیث کا ایک مجموعہ تیار کیا جسے مدینہ کے ستّر فقہاء کے سامنے پیش کیا اور انہوں نے اس مجموعہ پر مہر تصدیق ثبت کی اسی بناء پر احادیث کے اس مجموعہ کا نام امام مالکؒ نے مُؤطّا (متفق علیہ) رکھا۔ امام مالک نے ایک لاکھ احادیث میں سے پہلے دس ہزار کا انتخاب کیا پھر ان میں سے صحیح ترین ایک ہزار سات سو بیس (۱۷۲۰) روایات کا انتخاب کیا جن کی تفصیل یہ ہے۔

مسند روایات (مرویات صحابہ	۶۰۰
مرسل روایات	۲۲۲
موقوف روایات	۶۱۳
اقوال تابعین	۲۸۵
میزان =	۱۷۲۰

(تنویر الحوالک از جلال الدین امام سیوطی شرح موطا امام مالک طبع مصر ص۵)

مُؤطّا کے مختلف نسخوں کی تفصیل یہ ہے:

○ مُؤطّا، امام ابو عبداللہ محمد بن الحسن الشیبانی الواسطی - ۱۸۹ھ
○ مُؤطّا، ابن جنادہ عبدالرحمن بن القاسم بن خالد بن جُنادۃ المصری العُتقی[1] ۱۹۹ھ
○ مُؤطّا، الفہری - ابو محمد عبداللہ بن وہب بن مسلم الفہری المصری، ۱۹۷ھ (آپ بنو فہر کے مولیٰ تھے۔

---

[1] عہدِ رسول میں چند قبائل کے نوجوان رہزنی کرنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوج بھیج کر انہیں پکڑا اور پھر آزاد کر دیا۔ اُن (عُتقا) کی اولاد عُتقی کہلاتی ہے۔

○ مُوَطّا ، القزاز۔ ابو یحییٰ مَعن بن عیسیٰ بن دینار المدنی القزاز۔ ۱۹۸ھ
(قز، ریشم۔ قزاز، ریشم ساز یا ریشم فروش)

○ مُوَطّا ، قَعنَبی۔ ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن مَسلَمہ بن قَعنَب الحارثی المدنی المکّی۔ ۲۲۱ھ

○ مُوَطّا ، ابو عثمان سعید بن کثیر بن عُفَیر بن مسلم المصری الانصاری۔ ۲۲۶ھ

○ مُوَطّا ، ابن بُکَیر۔ ابو ذکریا یحییٰ بن عبداللہ بن بُکیر مصری۔ ۲۳۱ھ

○ مُوَطّا ، مَصمُودی۔ ابو محمد یحییٰ بن یحییٰ بن کثیر بن وِسلاس (وَسلاس) بن شَمَلَل بن مَنقَایا مَصمُودی، اُندلسی۔ ۲۳۴ھ۔ (جب مُوَطّا کا لفظ بلا قید بولا جائے تو ذہن اسی مُوَطّا کی طرف جاتا ہے)

○ مُوَطّا ، مُصعَب۔ ابو عبداللہ مُصعَب بن عبداللہ بن مُصعَب ، الزُبَیری المدنی۔ ۲۳۶ھ

○ مُوَطّا ، سُوَید۔ ابو محمد سُوَید بن سعید الحَدَثانی (حدیثہ کے رہنے والے، لب فرات پر ایک شہر)۔ ۲۴۰ھ

○ مُوَطّا ، عوفی۔ ابو مُصعَب احمد بن ابی بکر القاسم بن الحارث بن زرارہ بن مُصعَب بن عبدالرحمٰن بن عوف۔ اَلعَوفی المَدَنی۔ ۲۴۲ھ

○ مُوَطّا ، سہمی۔ ابو حذافہ احمد بن اسمٰعیل السّہمی (النسبت بہ بنو سہم) المدنی البغدادی۔ ۲۵۹ھ

○ مُوَطّا ، سلیمان بن بُرد۔ تاریخ وفات نامعلوم

○ مُوَطّا ، محمد بن مبارک صُوری۔ تاریخ وفات نامعلوم

○ مُوَطّا ، یحییٰ بن یحییٰ تمیمی۔ تاریخ وفات نامعلوم

○ مُوَطّا ، تنّیسی۔ (تنّیس، بحرہ رُوم کا ایک شہر) ابو عبداللہ بن یوسف الکلاعی الدمشقی ثم التنّیسی۔

۲ الجامع

احادیث کا یہ مجموعہ سُنن، مسانید اور معاجم سے وسیع تر ہوتا ہے اور اس میں

زندگی کے ہر شعبہ (مثلاً ایمان، عقائد، احکام، فرائض، اخلاق، معاملات، مناقب، سیر، فتن، علامات قیامت وغیرہ) پر احادیث ملتی ہیں۔ روایات کی بعض جامع کتب ملاحظہ ہوں۔

- ○ الجامع، معمر یمنی۔ ابو عروہ معمر بن راشد الازدی البصری نزیل یمن۔ ۴۔ ۱۵۳ھ
- ○ الجامع، ابو عبداللہ سفیان بن سعید بن مسروق الثوری البصری۔ ۱۶۱ھ
- ○ الجامع، ابو محمد سفیان بن عیینہ الکوفی ثم المکی۔ ۱۹۸ھ
- ○ الجامع الصغیر، جعفی۔ امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ جعفی ۲۵۶ھ
- ○ الجامع الصحیح۔ ایضاً
- ○ الجامع الصحیح ابو الحسین مسلم بن الحجاج قشیری (قشیر، پدر قبیلہ از ہوازن) ۲۶۱ھ
- ○ الجامع الصحیح، ترمذی۔ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن الضحاک السلمی۔ ۲۷۹ھ
- ○ الجامع الصحیح، ابن خزیمہ۔ محمد بن اسحاق بن خزیمہ۔ نیشاپوری۔ ۳۱۱ھ
- ○ الجامع الصحیح، ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائینی۔ ۳۱۳۔ ۳۱۶ھ
- ○ الجامع الصحیح، ابن الشرقی۔ ابو حامد احمد بن محمد بن حسن الشرقی الشافعی۔ ۳۲۵
- ○ الجامع، ابن السکن۔ ابو علی سعید بن عثمان بن سعید السکن البغدادی نزیل مصر۔ ۳۵۳ھ
- ○ الجامع، ابن حبان البستی۔ ابو حاتم محمد بن احمد بن معاذ التمیمی الدارمی، البستی (بست: غور کا ایک شہر) ۳۵۴ھ۔

۳۔ مستدرک

امام بخاریؒ اور مسلمؒ نے صحیح احادیث کے لیئے کچھ اصول (شروط اور معیار)، وضع کیئے تھے۔ بعد کے چند محدثین نے انہی اصولوں کے تحت کچھ اور احادیث ڈھونڈ نکالیں اور انہیں الگ مجموعوں میں ضبط کیا۔ اس مشروط و محدود تلاش کا نام استدراک ہے

اور احادیث نیز مجموعوں کا نام المُستَدرَک ہے۔ مستدرک کے دو معروف مجموعے مندرجہ ذیل ہیں۔

○ المستدرک علی الصحیحین، الحاکم شیخ ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد، عُرف الحاکم نیشاپوری۔ ۴۰۵ھ

حاکم نیشاپوریؒ نے ایسی احادیث تلاش کی ہیں جو بخاری ومسلم ہی کے معیار کے مطابق صحیح تھیں۔ اس پر بُلقینی، صالح بن عمر بن رسُلانؒ (۸۶۸ھ) اور ابن الحجر العُسقلانیؒ (۸۵۲ھ) نے تنقید کی ہے۔ اس کا اختصار ذہبیؒ (۷۴۸) نے کیا تھا۔ اور اس کی تصحیح سُیوطیؒ (۹۱۱ھ) نے۔

○ المستدرک علی الصحیحین۔ حافظ ابو ذر عبد بن احمد بن محمد الہروی المالکی۔ ۴۳۴ھ

۴۔ سُنَن

یعنی حدیث کے وہ مجموعے جن کی ترتیب ابوابِ فقہ کے مطابق ہو۔ مشہور سنن مندرجہ ذیل ہیں۔

○ سُنَن، مکحول۔ امام ابو عبداللہ دمشقی (۱۱۲۔ ۱۱۶ھ)

○ سُنَن، ابن جُریج۔ عبدالملک بن عبدالعزیز بن جُریج مکی۔ (۱۵۰ھ)

○ سُنَن، ابنِ یسار۔ ابوبکر محمد بن اسحاق بن یسار المَدَنی۔ ۱۵۱ھ

○ سُنَن، امام ابو یوسف۔ یعقوب بن ابراہیم بن حُبَیب۔ (حَبیب) الکوفی البغدادی۔ ۱۸۲ھ

○ سُنَن، الفہری۔ ابو محمد عبداللہ بن وھب المصری الفہری۔ ۱۹۷ھ

○ سُنَن، ابو قرہ۔ حافظ موسیٰ بن طارق زبیدی۔ ۲۰۳ھ

○ سُنَن، الصَّنعانی۔ عبدالرزاق بن ہمّام بن نافع الصنعانی۔ ۲۱۱ھ

○ سُنَن، ابو عثمان سعید بن منصور بن شُعبہ الخراسانی ۲۲۷۔ ۲۲۹ھ

○ سُنَن، البزّار۔ ابو جعفر محمد الصّباح الدّولابی الرازی البزّار۔ ۲۲۷ھ

○ سُنَن ، ابن زنجلہ ۔ ابوعمرو سہل بن سہل زنجلہ الرازی ۔ ۲۴۰ھ
○ سُنَن ، الحُلوانی ۔ ابوعلی الحسن بن علی بن محمد الخَلّال الحُلوانی[1] ۔ ۲۴۲ھ
○ سُنَن ، الدارمی ۔ ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل بن بہرام السمرقندی ۔ ۲۵۵ھ
○ سُنَن ، محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم المصری الشافی ۔ ۲۶۸ھ
○ سُنَن ، الاُثرم ۔ ابوبکر احمد بن محمد بن ہانی الاُثرم البغدادی ۔ ۲۷۳ھ
○ سُنَن ، ابن ماجہ ۔ ابوعبداللہ محمد بن یزید الرَّبعی القزوینی ۔ ۲۷۳ھ [ربعی ، ربیعہ بن نزار کی طرف نسبت ، اور ماجہ ، ماہ چہ (چھوٹا سا چاند) کا مُعَرّب]
○ سُنَن ، ابوداؤد ۔ سلیمان بن الاُشعث بن اسحاق بن بُشیر ازدی ، سجستانی ۔ ۲۷۵ھ
○ سُنَن ، ابواسحاق اسماعیل بن اسحاق الازدی البصری البغدادی المالکی ۔ ۲۸۲ھ
○ سُنَن ، ابن ماعزؒ ۔ ابومسلم ابراہیم بن عبداللہ بن مسلم بن ماعز ، البصری الکشّی ۔ ۲۹۲ھ
○ سُنَن ، ابنِ دِرہَم ۔ ابومحمد یوسف بن یعقوب بن حمّاد بن زید بن دِرہَم الازدی البصری ۔ ۲۹۷ھ
○ سُنَن ، نسائیؒ ۔ امام عبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر ۔ ۳۰۳ھ
○ سُنَن ، ابن اَیمن اَلقُرطبی ۔ ابوعبداللہ محمد عبدالملک بن ایمن الاندلسی ۔ ۳۳۰ھ
○ سُنَن ، الصَّفار ۔ ابوالحسین احمد بن عُبید بن اسماعیل البصری ، زندہ ۔ ۳۴۱ھ
○ سُنَن ، الھمَدانی ۔ ابوبکر محمد بن یحیی الھمَدانی الشافعی ۔ ۳۴۷ھ
○ سُنَن ، النّجاد ۔ ابوبکر احمد بن سلیمان بن الحسَن بن اسرائیل النّجاد ، الحنبلی ۔ ۳۴۸ھ
○ سُنَن ، ابن السّکن ۔ حافظ ابوعلی سعید بن عثمان بن سعید بغدادی ،

---

[1] حُلوان ، عراق کا ایک گاؤں۔

نزیل مصر۔۳۵۳ھ

○ سُنَن ، ابن حِبّان ۔ ابوحَاتم محمد بن حِبّان البُستی ۔ ۳۵۴ھ

○ سُنَن ، الدّارقطنی ۔ ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعُود البغدادی۔ ۳۸۵ھ

○ سُنَن ، ابن لال (گُنگ) ۔ ابو بکر احمد بن علی بن احمد بن محمد بن اَلفَرَج بن لال ہمدانی ۔ شافعی ۔ ۳۹۸ھ۔

○ سُنَن ، ہِبَتُہ اللہ ۔ ابوالقاسم ہِبَتہ اللہ بن الحسن بن منصُور الطّبَری الرازی الشافعی ۔ م ۔ دِیْنَوَر ۔ ۴۱۸ھ

○ سُنَن ، یوُسف بن یعقوب بغدادی ۔ ۴۱۸ھ

○ السُّنَن الکبیر والصغیر ، البیہقی ۔ احمد بن الحسین بن علی اَلبَیہَقی ، ۴۵۸ھ (بَیہَق : نیشاپُور کے چند دیہات کا نام)

۵۔ مسانید

مسانید مُسْنَد کی جمع ہے اور مُسْنَد احادیث کے اس مجمُوعہ کو کہتے ہیں جس میں ہر صحابی کی احادیث حروفِ تہجّی یا کسی دُوسری ترتیب سے دَرج ہوں مشہور مسانید مندرجہ ذیل ہیں۔

○ مُسْنَد ، امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی ۔ ۱۵۰ھ

○ مُسْنَد الشامیّین ، اَلاَوْزاعی ۔ امام ابوعمرو عبدالرحمٰن بن عمرو بن یُحْمِدُ الاوزاعی ۱۵۷ھ۔

○ مُسْنَد ، البزار ۔ حمّاد بن سَلَمہ بن دینار البزّار الرّبعی البصری ۔ ۱۶۷ھ

○ مُسْنَد ، امام مُوسٰی بن جعفر الکاظم ۔ ۱۸۳ھ

○ مُسْنَد ، ابوسفیان وکیع بن جَرّاح بن مُلَیح (مُلَیْح) الرُّواسی الکوفی ۔ ۱۹۷ھ

○ مُسْنَد ، علی بن مُوسٰی الرضا ۔ ۲۰۲ھ

○ مُسند، شافعی۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اَدریس ۲۰۴ھ

○ اس کے مُدوّن ابو العبّاس محمد بن یعقوب الاصم (۳۴۶ھ) تھے آپ نے یہ احادیث شافعی کے شاگرد ابو محمد ربیع بن سلیمان مراوی مصری (۲۷۰ھ) سے سنی تھیں۔ اس کی شروح ابن الاثیر[1]، مجدالدّین، الجزری (۶۰۶ھ) اور علامہ سیوطی (۹۱۱ھ) نے لکھیں۔

○ مُسند، ابن الجارود الطّیالسی سلیمان بن داؤد بن الجارُود الفارسی، ثم البصری (۲۰۴ھ)۔ ابن الجارُود ابو محمد عبداللہ بن علی نیشاپوری (م۔ مکّہ۔ ۳۰۶ھ) جُداگانہ شخصیّت ہے

○ مُسند، ابوبکر عبدالرزاق بن ہمّام بن نافع الحُمیری الصّنعانی۔ ۲۱۱ھ

○ مُسند، اسد بن موسیٰ بن ابراہیم بن الولید بن عبدالملک بن مروان الاُموی المصری۔ ۲۱۲ھ

○ مسند، الفریابی۔ ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن واقد بن عثمان الضّبّی الفریابی۔ ۲۱۲ھ۔

○ مُسند، ابو محمد عبداللہ بن موسیٰ بن ابی المختار العُبسی الکوفی۔ ۲۱۳ھ

○ مُسند، اَلمُطّوّعی۔ ابو اسحاق ابراہیم بن نصر المطّوّعی نیشاپوری۔ ۲۱۳ھ

○ مُسند، المِصّیصی۔ ابوعلی الحسین بن داؤد المِصّیصی۔ ۲۱۶ھ

○ مُسند، حُمیدی، ابوبکر عبداللہ بن الزّبیر قرشی اَسدی مکّی۔ ۲۱۹ھ

○ مُسند، ابو عُبَید قاسم بن سَلّام البغدادی۔ ۲۲۴ھ

○ مُسند، مُسَدّد بن مُسَرہد بصری۔ ۲۲۸ھ۔

○ مُسند، الحِمّانی یحییٰ بن عبدالحمید بن عبدالرحمٰن الحِمّانی الکوفی۔ ۲۲۸ھ

○ مُسند، الجعفی۔ ابوجعفر عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن جعفر الیمانی الجعفی المُسندی۔ ۲۲۹ھ

[1] ابن الاثیر دو ہیں۔ اوّل ابوالسعادات مجدالدّین مبارک بن محمد (۶۰۶ھ)۔ دوم ابوالحسن عزالدّین علی بن محمد (۶۳۰ھ) پہلے محدّث تھے اور دوسرے مؤرّخ، کامل التّواریخ کے مصنّف

○ مُسند ، ابن المدینی۔ ابوالحسن علی بن عبداللہ بن جعفر المدینی۔ ۲۳۴ھ۔
○ مُسند ، العَتَکی۔ ابوالربیع سلیمان بن داوٗد العَتَکیؒ الزہرانی البصری۔ ۲۳۴ھ۔
○ مُسند ، ابن ابی شَیْبہ۔ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم الکوفی ۲۳۵ھ۔
○ مُسند ، ابن راہویہ۔ حافظ ابویعقوب اسحاق بن ابراہیم بن مَخْلَد ، المرْوَزی۔ ۲۳۸ھ یا ۲۴۸ھ۔ (اس کا والد کہیں سفر میں پیدا ہوا تھا ، اس لیئے راہ ویہ کے نام سے مشہور ہوگیا)۔
○ مُسند ، احمد بن حنبل۔ ۲۴۱ھ۔

اس میں تیس ہزار احادیث تھیں۔ آپ کے فرزند عبداللہ نے اس میں دس ہزار کا مزید اضافہ کیا۔ ابن عُرْوَہ ، ابوالحسن علی بن الحسین بن عُرْوَہ الدمشقی، عرف ابن رکبون (۱۱۱۲ھ) نے اس مُسند کو ابواب البخاری کے مطابق دوبارہ مرتب کیا، اوراس کا نام الکواکب الدُّراری فی ترتیب مستد الامام احمد علی ابواب البُخاری رکھا۔

○ مُسند ، الحُلْوانی۔ حافظ بوعلی الحسین بن علی بن محمد الخلال الحُلْوانی۔ ۲۴۲ھ۔
○ مُسند ، الکِندی۔ محمد بن اسلم بن سالم بن یزید الکندی الطوسی۔ ۲۴۲ھ
○ مُسند ، العَدَنی۔ ابن ابی عمر عبداللہ محمد بن یحیٰی العَدَنی۔ ۲۴۳ھ
○ مُسند ، ابوحفص الاصم۔ احمد بن مَنِیع بن عبدالرحمٰن البَغَوی۔ ۲۴۴ھ
○ مُسند ، الجوہری۔ ابواسحاق ابراہیم بن سعید الجوہری البغدادی۔ ۲۴۷ھ
○ مُسند ، اَلمُقْرِئُ۔ ابوبکر محمد بن ہارون الحجاج المُقْرِئ۔ بعداز ۲۴۷ھ
○ مُسند ، عَبْد بن حُمَیْد بن نصر الکِسی (کِس ، قریہ نزد سمرقند)۔ یا الکَشّی ، (کش ، جُرجان کا شہر)۔ ۲۴۹ھ
○ مُسند ، الذُّہلی۔ ابُوالحسن علی بن حسن نیشاپوری۔ زندہ۔ ۲۵۱ھ
○ مسند ، ابنِ ابی خِیرَۃ۔ ابوعبداللہ محمد بن ہشام بن شُبَیْب بن ابی خِیرَۃ البصری المصری۔ ۲۵۱ھ۔

○ مُسند ، الدّوْرَقی - حافظ ابویوسف یعقوب بن ابراہیم العبدی الدّورَقی - ۲۵۲ھ
○ مُسند ، التّنوخی - ابویعقوب اسحاق بن بُہلول الانباری - ۲۵۲ھ
○ مُسند ، الدّارمی - ابومحمد عبداللہ بن عبدالرّحمٰن بن الفضل بن بہرام الدارمی السمرقندی - ۲۵۵ھ
○ المسند الکبیر - امام بخاری - ۲۵۶ھ
○ مُسند ، ابن حِبّان - ابوجعفر احمد بن سنان بن اسد بن حِبّان الواسطی، ۲۵۶- ۲۵۹ھ -
○ مُسند ، السّدُوسی - حافظ ابویوسف یعقوب بن شیبہ بن الصّلت السّدُوسی البصری - ۲۶۲ھ
○ مُسند ، ابوزُرعہ - عبیداللہ بن عبدالکریم بن یزید بن فَرّوخ القرشی الرازی ۲۶۴ھ
○ مُسند ، حافظ رمادی - ابوبکر احمد بن منصور بن سیّار بن معارک البغدادی ۲۶۵ھ

۶- معاجم

معجم سے مراد حدیث کا وہ مجموعہ ہے جس میں اسناد کا سلسلہ شیوخ سے شروع ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک چلا جائے اور شیوخ کا ذکر بہ ترتیب ہجا ہو ______ مشہور معجم یہ ہیں -

○ معجم ، ابن قانع - عبدالباقی بن قانع بن مَرزُوق بن واثق بغدادی - ۳۵۱ھ -
○ المعجم الکبیر ، الطّبرانی - امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب - ۳۶۰ھ
اس میں پچیس ہزار احادیث ہیں اور صحابہؓ کا ذکر بہ ترتیب ہجا ہے۔
○ المعجم الصّغیر ، الطّبرانی - اس میں شیوخ کا ذکر بہ ترتیب ہجا ہے۔
○ المعجم الاوسط ، الطّبرانی - اس میں شیوخ کا ذکر بہ ترتیب ہجا ہے

○ معجم - حافظ ابو بکر احمد بن ابراہیم بن اسمٰعیل الجرجانی الشافعی - ۳۷۱ھ

○ معجم ، ابنِ جُمَیع - محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن عبد الرحمٰن بن یحییٰ بن جُمَیع الغسانی - ۴۰۲ھ

○ معجم ، دِمیاطی - ابو محمد عبد المؤمن بن خَلَف بن ابی الحسن دِمیاطی - ۷۰۵ھ

(تاریخ حدیث)

مؤلف کی دیگر تالیفات

درجہ عالیہ کے طلبہ وطالبات اور قانون سے متعلق احباب کے لیے
تنظیم المدارس کی مجوزہ کتاب

○ اُصولِ میراث

درجہ ثانویہ عامہ وخاصہ کے طلبا وطالبات اور دیگر اہلِ علم حضرات کے لیے
تنظیم المدارس پاکستان کی مجوزہ کتاب

○ اُصولِ منطق

درجہ ثانویہ عامہ وخاصہ کے طلبہ وطالبات اور نحوی ذوق رکھنے
والے علمی حلقوں کی پسندیدہ کتاب

○ اُصولِ نحو

قانون سازی میں حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واجب العمل ہونے
کے دلائل اور حدیث سے متعلقہ دیگر معلومات پر مشتمل کتاب

○ حدیث نبوی کی تشریعی حیثیت

درجہ عالمیہ اور ایم اے اسلامیات کے طلبہ وطالبات کے لیے
حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق قواعد وضوابط پر مبنی کتاب

○ اُصولِ حدیث (زیرِ طبع)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا (القرآن)
آیات و روایات و اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی روشنی میں
حجیت
خبرِ واحد
مؤلفہ
مفتی مظہر فرید شاہ
نائب مہتمم جامعہ فریدیہ ساہیوال
ناشر مکتبہ نظامیہ جامعہ فریدیہ ساہیوال
فون
۶۶۶۸۵
۷۷۲۸۵